در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ | پشاور

الحسن

"شاہ محمد غوث" اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

بانی مدیر
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۳۰۹ - ۳۱۰ — جلد نمبر ۲۶

یکم تا ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء — شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رسول مقبول ﷺ	خولہ عابد نظامی	۳
۳	انوارِ غوثیہ شرح الشمائل المحمدیہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۴
۴	دراسات الحسنیہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱
۵	نعت شریف	محمد اکرم رضا	۲۴
۶	روحِ اسلام تصوف	ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
۷	سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مصنف	پروفیسر حافظ عبدالغفور	۳۴
۸	سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ایک علم پرور شخصیت	میاں سعید الرحمٰن	۳۷
۹	غزل	ناصر زیدی	۴۰
۱۰	قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند	علاؤ الدین عدیم	۴۱
۱۱	ارشادات غوث الصمدانی رحمۃ اللہ علیہ	مرتب: سید کامران شاہ بخاری	۵۱
۱۲	تبصرۂ کتب	علاؤ الدین عدیم	۶۳

شذرہ

ٹریفک حادثات

اقبال ریاض

چوری چکاری، رہزنی اور کار چوری کے خلاف تو بہر حال بعد از خرابی بسیار مہم شروع کر دی گئی ہے لیکن ٹریفک کی تیز رفتاری کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ آئے روز بسوں اور کاروں میں تصادم کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں جن سے گزشتہ چند ماہ میں سینکڑوں انسانی جانیں ضائع ہو چکی ہیں اور بہت سے زخمی بھی ہوئے ہیں جن میں بوڑھے بچے، جوان اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس صورتحال کی سب سے بڑی وجہ تیز رفتاری ہے۔ جس کے نتیجہ میں بسا اوقات سڑک کے کنارے، بسوں کے انتظار میں کھڑے افراد بھی ان کی زد میں آ جاتے ہیں۔ اس تیز رفتاری کی ایک بڑی وجہ مقابلہ کی دوڑ ہے۔ جس میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش جاری رہتی ہے۔

عام طور پر بعض پرائیوٹ بسوں کے ڈرائیور بڑی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور انہیں بسوں میں سوار مسافروں کی قیمتی جانوں کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ مسافروں کو سوار کرنے کی دھن ہوتی ہے اور کنڈیکٹر کو بھری بس بھی خالی نظر آتی ہے۔ بس میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہونے کے باوجود ہشتنگری، کابلی، قصہ خوانی، شعبہ اور صدر کی صدائیں لگاتا جاتا ہے۔ جبکہ بسوں کو متحرک رکھنے سے بعض اوقات مسافروں کو بسوں میں سوار ہونے اور پھر اترنے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں جس کی وجہ سے بڑے بوڑھے، بچے اور خواتین اکثر حادثات کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

اس تمام صورتحال کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ٹریفک پولیس اپنے فرائض کو دیانتداری کے ساتھ انجام نہیں دیتی اور عموماً چشم پوشی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے ٹرانسپورٹر بھی قانون کا احترام نہیں کرتے۔ لہٰذا ٹریفک حکام سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت اہم ہے کی طرف دے اور متعلقہ عملہ کو بھی اس سلسلہ میں فرائض صحیح طور پر انجام دینے کیلئے ہدایت کی جانی چاہئے۔ تیز رفتاری کی سختی کے ساتھ روک تھام کی جانی چاہئے اور اس امر کا بھی خیال رہنا چاہئے کہ ڈرائیونگ کرنے والے تربیت یافتہ ہونے کے علاوہ منشیات وغیرہ کے عادی تو نہیں ہیں۔

مختلف عوامی حلقوں کی طرف سے حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا جاتا رہا ہے کہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کو پھر سے جاری کر دیا جائے تاکہ پرائیوٹ بسوں کے مالکان جہاں آئے روز کرایوں میں اضافہ نہ کر سکیں وہاں عوام کو بھی زیادہ سے زیادہ سفری سہولت میسر آ سکے اور اس سلسلہ میں انہیں انتظار اور تاخیر کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

نعت شریف

خواجہ عابد نظامی

بھٹکتے پھرتے ہیں جو جا بجا دوا کیلئے
انہیں کہو کہ مدینہ چلیں شفا کیلئے

خدا نے بھیجا ہے دنیا میں اس لئے ہم کو
کہ زیست وقف ہو تقلید مصطفیٰ کیلئے

خدا نے مجھ کو دیا ہے جو عشق سرور دیں
بچا کے رکھا ہے سرمایہ وہ قضا کیلئے

نبی پہ پہلے درود و سلام پڑھتا ہوں
پھر اپنے ہاتھ اٹھاتا ہوں میں دعا کیلئے

کرم ہے ان کا جو آساں ہے زندگی ورنہ
یہ راستہ تھا کٹھن مجھ شکستہ پا کیلئے

بچشم گریاں نبی پر درود پڑھتے رہو
کہ خاص ذکر ہے یہ رنج و ابتلا کیلئے

خدا نے خلعت لولاک ان کو بخشا ہے
بنے ہیں دونوں جہاں شاہِ دو سرا کیلئے

حضور نے ہمیں عابدؔ یہی بتایا ہے
ہر ایک کام ہو خوشنودیٔ خدا کیلئے

گزشتہ سے پیوستہ

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ

ازقطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث نمبر ۱۰/۶۲ حدثنا علی بن خشرم حدثنا عیسی بن یونس عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء بن عازب قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَحْسَنُ فِی حُلَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنْ کَانَتْ جُمَّتُہٗ لَتَضْرِبُ قَرِیْبًا مِنْ مَنْکِبَیْہِ

ترجمہ براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی سرخ جوڑے میں ملبوس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف مبارک کندھوں کے قریب تھیں (یعنی کندھوں کو چومتی تھیں)۔

تشریح اس حدیث مبارک کی تشریح اور حل لغات حدیث نمبر ۳ بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خَلْقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱/۶۳ حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مھدی انبانا عبید اللہ بن ایاد عن ابیہ عن ابی رمثۃ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ

ترجمہ ابی رمثہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔

حل لغات بُرْدَانِ: دو چادریں۔ اَخْضَرَانِ: سبز رنگ کی۔

تشریح تشریح حدیث نمبر ۶۰/۸، اسی باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۶۴/۱۲ حدثنا عبد بن حمید حدثنا عفان بن مسلم قال انبانا عبداللہ بن حسان العنبری عن جدتیہ دحیبة و علیبة عن قیلة بنت مخرمة قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْہِ اَسْمَالُ مُلَیَّتَیْنِ کَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَ قَدْ نَفَضَتْہُ وَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّۃٌ طَوِیْلَۃٌ

ترجمہ قیلہ بنت مخرمہ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آنجناب ﷺ دو پرانی چادریں جن میں زعفران لگائی گئی تھی اور زعفران کو جھاڑ چکی تھیں، زیب تن کیے ہوئے تھے اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

حل لغات اَسْمَالُ: سَمَلٌ کی جمع ہے، سَمَالٌ اور سَمُوْلٌ بھی اس کی جمع آتی ہے جس کے معنی کہنہ یا بوسیدہ کپڑا ہے، کہا جاتا ہے کہ سَمَلَ الثَّوْبُ یا ثَوْبٌ سَمِلٌ کپڑا پرانا ہو گیا یا پرانا کپڑا۔ مُلَیَّتَیْنِ: یہ تثنیہ ہے، واحد مُلَیَّۃٌ ہے جو کہ تصغیر ہے اس کے معنی دو چادریں ہیں، صاحب مہذب فرماتے ہیں ملاءۃ چادر کے معنی میں ہے اور اَسْمَالُ مافوق الواحد ہے اور اضافۃ بیانیہ ہے یعنی آنجناب ﷺ پر اسمال تھیں کہ وہ دو چادریں ہوتی ہیں۔ قَدْ نَفَضَ: ہٹ گیا تھا، دور ہو گیا تھا، اثر زائل ہو گیا تھا، جھاڑ چکا تھا۔

تشریح ایک حدیث شریف میں ہے کہ نَھٰی عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ ''آنحضور ﷺ نے مردوں کو زعفرانی رنگ سے منع فرمایا'' یعنی ہاتھ، پاؤں یا کپڑے زعفران سے رنگنا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو زعفران پر قیاس کر کے مردوں کیلئے حرام قرار دیا۔ امام بغوی فرماتے

ہیں نهی عن التزعفر للرجال سے مراد یہ ہے کہ مردوں کو بہت زیادہ زعفران استعمال کرنے سے منع کیا اسلیئے کہ تھوڑے زعفران کے استعمال کی رخصت عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث سے نکلتی ہے (لغات الحدیث کتب ز صفحہ ۱۹)

اس حدیث کی توفیق میں حضرت استاذِ گرامی محدثِ جلیل حافظ گل فقیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ حدیثِ مندرجہ بالا اور متن کی حدیث میں علماء کرام نے یوں تطبیق کی ہے کہ اس حدیث میں زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے کی مخالفت آئی ہے اور متنِ حدیث میں اس کی طرف رہنمائی کردی ہے کہ زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا۔ لہٰذا دونوں احادیث میں اختلاف نہیں بلکہ توفیق ہے۔

پرانی چادریں زیب تن فرمانا پیغمبر اسلام ﷺ کی کمال تواضع کی کیفیت پر دلالت کر رہا ہے۔ امت محمدیہ کے فقراء اور درویش حضور فخر عالم و عالمیان ﷺ کی اس سنتِ مبارکہ کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

ارشاد ہے "اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے" شارحین فرماتے ہیں کہ تقریباً دو صفحات پر یہ قصہ پھیلا ہوا ہے مگر مختصر طور پر یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا "السلام علیک و رحمت اللہ یا رسول اللہ" آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا "علیک السلام و رحمۃ اللہ" اس وقت آپ ﷺ دو پرانی چادریں جن میں زعفران لگی ہوئی تھی اور اس کا اثر زائل ہو چکا تھا زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور دستِ مبارک میں کھجور کی چھڑی تھی اور حضور پاک ﷺ اپنے پاؤں پر تشریف فرما تھے یعنی دونوں رانوں کی پنڈلیوں سے ملایا ہوا تھا (یہ بیٹھنے کا فقیرانہ انداز ہے)۔ جنابِ قیلہ فرماتی ہیں آنحضور ﷺ کی ہیئت میں ایسا رعب اور جلال تھا کہ مجھ پر ہیبت اور خوف طاری ہو گیا۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ نے میری طرف نظر رحمت سے دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا "تجھ پر سکینت یعنی آرام ہو" پس سید الکونین کے اس ارشاد اور توجہ کاملہ کی بدولت فوراً میری کیفیت بدل گئی اور مجھ پر سے وہ خوف جاتا رہا۔ استاذِ گرامی منزلت حضرت علامہ مولانا مولوی الحافظ گل فقیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا چونکہ متن حدیث کے ساتھ اس واقعہ کا تعلق نہیں تھا اس لئے صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو بیان کرنا ترک کر دیا ہوگا۔

حدیث نمبر ۶۵/۱۳ حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا بشر بن المفضل عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْبَیَاضِ مِنَ الثِّیَابِ لِیَلْبَسْہَا اَحْیَآؤُکُمْ وَ کَفِّنُوْا فِیْہَا

مَوْتَاکُمْ فَاِنَّہَا مِنْ خِیَارِ ثِیَابِکُمْ

ترجمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید الکونین ﷺ نے ارشاد فرمایا چاہئے کہ تم سفید لباس پہنو، تمہارے زندہ لوگ سفید کپڑے پہنیں اور مُردوں کو سفید کپڑے کا ہی کفن دو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے سب سے بہترین (عمدہ) کپڑا ہے۔

حل لغات خِیَارِ: عمدہ، بہترین، موزوں۔

تشریح ارشاد ہے "چاہئے کہ تم سفید لباس پہنو" عَلَیْکُمْ اسم فعل ہے جس کے معنی الزموا کے ہیں یعنی چاہئے، لازم کرلو، اختیار کرو۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں "ای خزوا معشر الامة" "اے گروہِ امت خوب اس پر عمل کرو" ارشاد ہے "تمہارے زندہ لوگ سفید کپڑے پہنیں" حضور پاک ﷺ نے اس حدیث شریف میں سفید کپڑوں کے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم و علیہ ثوب ابیض "فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آنحضور ﷺ نے سفید کپڑے زیب تن فرمائے تھے" صلحاءِ امت اور علماءِ کرام کے نزدیک بالکل سفید کپڑے پہن کر جمعہ کے دن مساجد میں آنا اور مجالس میں حاضر ہونا جن میں ملائکہ رحمت کا نزول ہوتا ہے یعنی قراءتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی وغیرہ بہت بہتر ہے۔ عید کے دن اعلیٰ اور قیمتی لباس پہننا اگرچہ وہ سفید نہ بھی ہو انسب ہے۔

حدیث نمبر ۶۶/۱۴ حدثنا محمد بن بشار انباءنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا

سفیٰن عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شیب عن سمرة بن جندب قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا اَطْھَرُ وَ اَطْیَبُ وَ کَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتٰکُم

ترجمہ سمرہ بن جندب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید الکونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ ستھرے اور پاک رہتے ہیں اور اسی سے اپنے مُردوں کو کفن پہنایا کرو۔

حل لغات اَطْھَرُ: بہت ستھرا۔ اَطْیَبُ: بہت پاک، صاف، نفیس۔

تشریح ارشاد ہے ''کیونکہ یہ زیادہ صاف ستھرے اور پاک رہتے ہیں'' جس قدر بھی دوسرے رنگ کے کپڑے ہیں ان میں سفید رنگ صاف ستھرا اور عمدہ ہوتا ہے۔ نیز بنسبت دوسرے رنگدار کپڑوں کے اگر سفید کپڑے پر داغ یا دھبہ لگ جائے تو وہ بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سفید کپڑوں کے استعمال میں تکبر اور غرور طبیعت میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ تواضع اور کسر نفسی کا اظہار ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۷/۱۵ حدثنا احمد بن منیع انبانا یحیی بن زکریا بن ابی زائدة حدثنا ابی عن مصعب بن شیبة عن صفیة بنت شیبه عن عائشة قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاۃٍ وَ عَلَیْہِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ

ترجمہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ سید عالم و عالمیان ﷺ ایک دن صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے اور آنحضور ﷺ سیاہ بالوں والی کملی اوڑھے ہوئے تھے۔

حل لغات ذَاتَ غَدَاۃٍ: صبح کے وقت۔ مِرْط: کملی بالوں کی یا ریشم کی۔ شَعْرٍ اَسْوَد: سیاہ بال۔

تشریح ارشاد ہے ''اور آنحضور ﷺ سیاہ بالوں والی کملی اوڑھے ہوئے تھے'' مرط یا خز یا صوف یا کتان یا سیاہ بالوں سے بنائی جاتی ہے، یہ طویل اور کھلی ہوتی ہے۔ اس حدیث اور دوسری احادیث

مبارکہ سے بھی حضور پاک ﷺ کا کملی اوڑھنا ثابت ہے۔ اسی لئے اکثر فقراءِ اسلام سیاہ کملی اوڑھ کر اپنے پیارے حبیب لبیب، رسول کریم، سید الفقراء والغربا والمساکین ﷺ کی سنتِ مطہرہ کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ایک شاعر نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

شہنشاہِ عالم کا بستر تو دیکھو
چٹائی کھجوروں کی کالی کملیا

حدیث نمبر ۶۸/۱۶ حدثنا یوسف بن عیسی حدثنا وکیع حدثنا یونس ابن ابی اسحٰق عن ابیه عن الشعبی عن عروة بن المغیرہ بن شعبة عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِیَّةً ضَیِّقَةَ الْکُمَّیْنِ

ترجمہ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستین تنگ تھیں۔

حل لغات جُبَّةٌ: چغہ۔ ضَیِّقَةٌ: تنگ۔ اَلْکُمَّیْنِ: آستین، اس کا واحد کُم ہے۔

تشریح ارشاد ہے ''رومی جبہ پہنا'' شارحین نے لکھا ہے کہ یہ رومی جبہ پہننا سفر میں تھا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سفر غزوۂ تبوک کا تھا۔ اور رومی اس لئے کہا کہ یہ جبہ ملک روم کا بنا ہوا تھا اور اکثر روایات میں جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ''یہ (جبہ) شامی تھا'' یعنی شام کا بنا ہوا تھا۔ حضرت علامہ الشیخ ابراہیم بن محمد البیجوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

ولا تناقض لان الشام کانت یومئذ مساکن الروم

''اس میں کوئی تناقض نہیں ہے کہ کیونکہ شام ان ایام میں روم کا علاقہ تھا۔''

علماء کرام فرماتے ہیں

و هذا یدل علی ان الاصل فی الثیات الطهارة و ان کانت من نج الکفار لانه صلی الله

علیہ و الہ وسلم لم یمتنع من لبسہا ---الخ (المواھب ،علامہ البیجوری صفحہ ۵۶)

"یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کپڑا فی الحقیقت پاک ہوتا ہے اگر چہ کفار نے ہی کیوں نہ بنایا ہو اس لئے کہ سید الکونین، عالم ما کان و ما یکون حضرت رسول کریم ﷺ نے اس کے پہننے سے منع نہیں فرمایا۔" الخ

حضرت علامہ فقیہ اجل ملا علی قاری رحمہ الباری "جمع الوسائل" صفحہ ۱۲۳ پر بحوالہ میرک تحریر فرماتے ہیں:

و من فوائد الحدیث الانتفاع بثیاب الکافر حتی یتحقق
نجاستہا لانہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم لبس الجبۃ الرومیہ

"حدیث شریف کے فوائد سے ہے کہ جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے اس لئے حضور پاک ﷺ نے روم کا بنا ہوا جبہ پہنا۔"

ارشاد ہے "جس کی آستین تنگ تھیں" چونکہ آستین مبارک تنگ تھیں لہٰذا بازوؤں کو وضو کرنے کے وقت آستین سے نکالنے میں دشواری پیش آتی تھی اور یہ کیفیت سفر میں تھی۔ "المواھب" میں شیخ علامہ ابراہیم بن محمد البیجوری (المتوفی ۱۲۷۶ھ) تحریر فرماتے ہیں

و یوخذ منہ کما قالہ العلماء ان ضیق الکمین مستحب فی
السفر لا فی الحضر و الا فکانت اکمام الصحب بطحاء ای واسعۃ

"اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ سفر میں تو تنگ آستین کا استعمال مستحب ہے مگر حضر میں نہیں اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آستین تو کشادہ ہوا کرتی تھیں۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِی لِبَاسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّمَ پورا ہو گیا۔

(جاری ہے)

گزشتہ سے پیوستہ

دِرَاسَاتُ الحَسَنِیَّہ

شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(قرآن واحادیث کی روشنی میں)

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ سیدنا محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری بات لکھی، فرماتے ہیں اس کائنات کے ذرّے ذرّے میں جس طرح کہ اللہ جل جلالہ کے فرشتے پھر رہے ہیں اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جو اور جس جس جگہ درود پڑھنے والی مخلوق موجود ہے اور وہ درود پڑھتی ہے وہ تمام فرشتے وہ تمام درود پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور پھر پیارے محبوب سید پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں جس طرح بھی اور جہاں پر بھی جو میرے اہلِ محبت ہیں، جن کو میرے ساتھ محبت ہے، جن کا تعلق میرے ساتھ ہے، مدینہ کے ساتھ جس کا دل لگا ہوا ہے، جب وہ درود پڑھتا ہے میں خود اس کے درود کو سنتا ہوں اور میں اس کے نام کو بھی پہچانتا ہوں، اس کے باپ کے نام کو بھی جانتا ہوں، اس کا قبیلہ بھی جانتا ہوں۔۔۔ اب حضور شہادت نہیں دیں گے تو کون دے گا۔

کیسا شاہد ہے پیارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ اللہ جل جلالہ تو سچا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑھ کر سچا

کون ہے، وَ مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلاً (النسآء: ۱۲۲) --- اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا کوئی ہے؟ وَ مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثًا (النسآء: ۸۷) --- اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ سچی بات کرنے والا کون ہے؟ تو وہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے اے پیارے محبوب ﷺ ہم آپ کو شاہد بنا کر بھیجتے ہیں، ہم آپ کو گواہ بنا کر بھیجتے ہیں۔

پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو کیونکہ میں تمہارے درود کو سنتا ہوں۔ دوسری حدیث مبارکہ ہے کہ جمعہ کے دن کثرت سے نماز پڑھو اسلئے کہ اس دن قیامت آئیگی۔

پیارے محبوب ﷺ اس امت پر حاضر وناظر ہیں، حاضر وہ ہوتا ہے جو موجود ہو، گواہ وہ ہوتا ہے جو موجود ہو، ناظر وہ ہوتا ہے جو دیکھتا ہے --- موجود ہوگا تو دیکھے گا اور تب گواہی دے گا۔ اور شاہد بنانے والا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہے تو پھر آپ لوگ کیوں حضور ﷺ کی شان کو ماننے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں، آپ کیوں منافق بنتے ہیں؟ آپ کیوں خارجی بنتے ہیں؟ کیوں آپ منکر ہوتے ہیں پیارے محبوب شفیع المذنبین ﷺ کی شان کے؟ بلکہ تمہیں تو چاہئے کہ پیارے محبوب ﷺ کی اور شان بیان کرو، پیارے محبوب ﷺ کی اور عزت بیان کرو کیونکہ تمہیں خدا نے حکم دیا ہے --- کیا حکم دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ملاحظہ کیجئے سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۹

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا (۸) لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تُعَزِّرُوۡہُ وَ تُوَقِّرُوۡہُ

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا میرے پیارے محبوب ﷺ کی تعظیم کرو، میرے محبوب ﷺ کی توقیر کرو، میرے پیارے محبوب ﷺ کی پاکیزگی بیان کرو، صبح بھی اور شام بھی۔ درود پڑھنے کیلئے تو کوئی وقت مقرر نہیں ہے، پیارے محبوب ﷺ کی عظمت پر، پیارے محبوب ﷺ کی شان پر، پیارے محبوب ﷺ کی کبریائی پر، پیارے محبوب ﷺ کی بڑائی پر درود پڑھنے کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ درود پڑھنے کیلئے کوئی ہیئت نہیں ہے۔ پیارے محبوب کی ثناء صبح وشام ہر وقت بیان کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم قرآن مجید کو پڑھیں جب ہم قرآن مجید کو پڑھیں گے تب ہمیں پتہ چلے گا کہ پیارے محبوب ﷺ کی شان مبارک کیا ہے؟

فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے اے پیارے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو حاضر وناظر بنا کر بھیجا ہے، ہم نے آپ کو شاہد بنا کے بھیجا ہے، ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی بھی گواہی دینے والا آپ جیسا نہی۔ لہٰذا آپ کی نظیر نہیں، آپ کی مثیل نہیں، آپ جیسا اور کوئی بھی دنیا میں نہیں، اگر ہے تو آپ ہی اپنی مثال آپ ہیں، آپ ہی اپنی نظیر آپ ہیں، شہادت میں بھی آپ کی اپنی نظیر ہے، کوئی دوسرا نہ علم میں آپ کی طرح ہے اور نہ شہادت میں آپ کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور شان پیارے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی برداشت نہیں فرماتے کہ میرے پیارے محبوب ﷺ کو مخاطب کرنے میں بھی کسی قسم کی توہین یا کسی قسم کی تنقیص یا کسی قسم کی کمی پیدا ہو۔ اللہ جل جلالہ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ آیت ۱۰۴ میں ارشاد فرماتے ہیں، غور فرمائیے!

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نگاہ رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

اس آیت کے مخاطب مومن ہوئے نہ کہ منافق وکافر۔ اے مومنو! مت کہو لفظ رَاعِنَا بلکہ کہو اُنْظُرْنَا اور کان کھول کر سنو کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ رَاعِنَا کے معنی کیا ہیں، اُنْظُرْنَا کے معنی کیا ہیں؟

سوچنے کی بات ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کے اندر حکم فرمادیا کہ رَاعِنَا مت کہو اُنْظُرْنَا کہو۔ رَاعِنَا کے معنی ہیں ہماری رعایت کیجئے، ہماری طرف دیکھئے ہماری بات پر غور فرمائیے مگر عبرانی زبان میں رَاعِنَا کا ایک معنی اور بھی ہے، رَاعِنَا کہتے ہیں چرواہے کو، جو بکریاں چراتا ہے۔ اس طرح اس لفظ کے دو معنی ہوگئے: ایک معنی "ہماری رعایت کیجئے" اور ایک معنی "ہمارے چرواہے"۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ میرے پیارے محبوب ﷺ کی شان یہ نہیں ہے، میرے پیارے محبوب ﷺ کی عظمت یہ نہیں ہے، میرے پیارے محبوب ﷺ کی بڑائی یہ نہیں ہے کہ تم میرے

پیارے محبوب ﷺ کے متعلق ایک ایسا لفظ استعمال کرو جس کے دو معنی ہوں، اگرچہ ایک معنی اچھا ہے اور دوسرے معنی میں کچھ کمی ہے۔ اب جبکہ کمی پیدا ہوگئی ہے اس لفظ میں لہٰذا یہ لفظ ہی میرے پیارے محبوب ﷺ کے آداب سے نکال دو بلکہ اس کی جگہ سیدھا لفظ موجود ہے وَقُوْلُوا انْظُرْنَا یوں کہو کہ اے پیارے محبوب ﷺ ہماری طرف نظر التفات فرمائیے، نظر کرم کیجیے۔

میرے استاذِ محترم فرماتے تھے کہ جب محبت کی نظر کرم سے پیارے محبوب ﷺ نے دیکھا تو جو چرواہے تھے صحابی بن گئے اور پھر کیا عجیب ادب سکھایا پیارے محبوب ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں وَاسْمَعُوْا اور کان کھول کر سنو! یہ تنبیہ ہے، تنبیہ اس وقت کی جاتی ہے جب کوئی توجہ پوری طور پر نہ کرے---فرمایا اگر تم نے میرے پیارے محبوب ﷺ کی شان مبارک میں تخاطب کے اندر بھی کوئی توہین کا پہلو---اگرچہ تمہاری نیت نہ بھی ہو---ادا کیا تو وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ تو کافر ہو جاؤ گے اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اسی لئے ہمارے علماءِ امت علمائے مسترشدین نے فرمادیا کہ اگر پیارے محبوب ﷺ کی نعلین مبارک (جوتی مبارک) کو اگر بے ادبی کی نیت سے جوتڑی کہہ دیا تو کافر ہو جاؤ گے۔ اب پیارے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کیسے گفتگو کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران ہیں، سوچتے ہیں، الفاظ ڈھونڈتے ہیں، پیار کے الفاظ، محبت کے الفاظ اور جب بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یارسول اللہ ﷺ، جب مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی جانتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے، اور کیا معنی ہے ہم کیا جانیں، اب قرآن مجید نے سورہ الحجرات آیہ ۱ میں پھر ادب کا طریقہ بھی بتایا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

''اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے'' (کنزالایمان)

اے مومنو! میرے پیارے محبوب ﷺ سے آگے نہ ہو جاؤ، جب میرا پیارا محبوب ﷺ جا رہا ہو ایسا نہ ہو کہ تم ان سے دو قدم آگے ہو جاؤ، ان کی بات سے پہلے بات مت کرو۔ اس آیت میں غور

فرمایئے۔۔۔ اللہ جل جلالہ ہمیں قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔ گویا پیار محبوب ﷺ کا ادب عین ادبِ الٰہی ہے اور ادبِ الٰہی عین ادبِ رسول ہے۔ اگلی آیت میں اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ الحجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔ اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا اے ایمان والو! پیارے محبوب ﷺ کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے کو اونچی آواز سے بلاتے ہو۔۔ یہ شان ہے پیارے محبوب ﷺ کی۔ میرے استاذِ محترم فرماتے تھے کہ جتنا قرآن مجید ہے یہ سب نعتِ مصطفیٰ ﷺ ہے، جتنا قرآن ہے یہ سب عظمتِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، ادب مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہاں پر یاد رکھو ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر۔۔ جو حضور پاک ﷺ کے جانثار تھے جنہوں نے اپنی جان و مال، آن اور اپنے بچے جائیدادیں اور وطن آپ پر قربان کیے۔۔ امت محمدیہ میں ان سے بڑھ کر کوئی عظمت والا نہیں۔۔۔ ان کو اللہ جل جلالہ مخاطب کر کے فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (۴) وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات: ۵)

ترجمہ: بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ بیشک وہ لوگ جو آپ کے دروازے کے اوپر اے پیارے محبوب ﷺ آپ کو آواز دے کے بلاتے ہیں یہ تو نا سمجھ ہیں۔ اب پیارے محبوب ﷺ کو گھر سے بلانے کا طریقہ بھی بتایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا ۔ الخ اگر تم صبر کرتے، انتظار کرتے اور وہ خود تشریف لائیں۔۔۔ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ یہ تمہارے لئے بہتر تھا۔ گویا پیارے محبوب ﷺ کا

ادب اور طریقہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام ﷡ کو سکھایا۔ سیرت گواہ ہے، تمام کتابیں گواہ ہیں اس آیت کے اترنے کے بعد کسی صحابی نے پیارے محبوب ﷺ کو دروازے پر جا کر ندا نہیں کی۔

''ایک دوسرے کو بلانے'' کے معنی ہمارے استاذ محترم حضرت صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے (اللہ تعالیٰ ان کا پہلو پہلو جنت میں کرے) یوں فرمایا کہ قرآن مجید پڑھنا ہے تو دوستو ان لوگوں سے پڑھو جو محبت کی عینک رکھتے ہیں، جو حضور پاک ﷺ کی محبت کی عینک رکھتے ہیں، جو اہل بیت کی محبت کی عینک رکھتے ہیں جو صحابہ کرام ﷡ کی محبت کی عینک رکھتے ہیں---ان سے قرآن مجید پڑھو گے تب تمہیں قرآن مجید سمجھ میں آئے گا۔

اور اگر کسی بے ادب سے قرآن مجید پڑھا اور اس کی عینک بے ادبی کی ہوگی تو بے ادبی ہی سیکھو گے، ادب کہاں سے سیکھو گے---تو فرمایا ہمارے استاذِ گرامی مرتبت نے کہ اپنے استاد کو بلاتے ہو تو کہتے ہو حضرت استاد صاحب، اپنے ماں باپ کو بلاتے ہو تو کہتے ہو حضرت والد صاحب، اسی طریقے کے اوپر جب اپنے بزرگ کو بلاتے ہو تو کہتے ہو حضرت صاحب، جب کسی اور کو بلاتے ہو تو بڑے بڑے لقب لگا کر بلاتے ہو، غوث کو بلاتے ہو تو یا غوث کہہ کر بلاتے ہو، قطب کو بلاتے ہو تو یا قطب کہہ کر بلاتے ہو اپنے پیرو پیشوا کو بلاتے ہو تو بڑے ادب واحترام سے صدا کر کے بلاتے ہو---فرمایا میرے محبوب ﷺ کو اس دنیا کے جتنے القاب ہیں کسی القاب میں سے نہ پکارو، ہاں اگر پکارتے ہو تو کیسے پکارو؟ یا رَسُوْلُ اللہِ کہہ کر پکارو۔ اگر پکارتے ہو تو یا مزمل کہہ کر پکارو۔ اگر پکارتے ہو تو یا مدثر کہہ کر پکارو۔ اگر پکارتے ہو تو کہو کہ وہ پیارا محبوب ہے---صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔ جس طریقہ سے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو اس طرح تم میرے محبوب ﷺ کو نہ پکارو اس لئے فرمایا اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ فرمایا تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا---یہ تمہاری نمازیں، یہ تمہارے روزے، یہ تمہاری خیرات، یہ تمہاری عبادتیں، یہ تمہارے حج، یہ تمہاری زکوتیں، یہ تمہاری بڑی بڑی سنتیں، سنتوں کے ہم شکل سنتیں بنانے والی شکلیں، یہ تمہارا تقویٰ، یہ تمہاری تبلیغیں، یہ تمہارے زہد---تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا اور حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

جب پیارے محبوب ﷺ کی بے ادبی کروگے، انکی شان کے خلاف بات کروگے تو تمام عبادات حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گی۔ تمہیں سمجھ ہی نہیں پڑے گی کہ تمہاری وہ نمازیں کہاں چلی گئیں۔ تم تو بڑے نمازی تھے، بڑے عبادت گزار تھے، ساری ساری رات نفل ہی پڑھتے رہتے تھے، سبحان اللہ! سنت کے مطابق داڑھی تھی، کبھی نماز بغیر سنت کے نہیں پڑھی، بڑے بڑے چلے کاٹتے تھے، بڑی بڑی تقریریں کرتے تھے، بڑا بڑا کچھ کرتے تھے---مگر نبی پاک ﷺ کے بے ادب تھے۔

بس جب یہ بات آئی سب کچھ جاتا رہا ہے کوئی بات نہ رہی، تم نیکیوں کے گھمنڈ میں ہی تھے اور وہاں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے صفایا کر دیا، تمہاری سلیٹ کو ہی دھو دیا، تمہارے نامہ اعمال کو ہی دھو دیا۔ کہا کہ جاؤ تم راندہ درگاہ ہو کیونکہ میرے محبوب ﷺ کے بے ادب ہو۔

وَ ذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا (سورۃ مزمل ۱۱)

ترجمہ: اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ فرماتے ہیں اے پیارے محبوب ﷺ مجھے چھوڑ دے، (مجھے چھوڑ دے، کتنے پیار بھرے الفاظ ہیں، محبت بھرے الفاظ ہیں) ایک عاشق اپنے معشوق کو کس انداز میں مخاطب کر رہا ہے۔ فرمایا یہ جو تیرا انکار کرتے ہیں ان کو چھوڑ اور مجھے چھوڑ میں جانوں اور یہ جانیں۔

ایک صوفی بزرگ حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

دوا یاران بہ داسی چا لیدلی نہ وی
چی بہ یو ورتہ خیرے کہا بل دعا

اور ایسے محبت والے دو دوست کسی نے بھی نہ دیکھے ہوں گے جو ایک تباہ کرنے کی ٹھانتا ہے اور دوسرا دعائیں کر کے اس کا راستہ روکتا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ پھر بھی راستے میں آتے ہیں---اللہ اکبر۔ کیا شان ہے پیارے محبوب ﷺ کی---فرماتے ہیں اے اللہ! یہ میرے امتی ہیں انہیں بخش دے، اے اللہ یہ میرے امتی ہیں انہیں معاف فرما دے۔ یہ شان مبارک ہے پیارے محبوب سید دو عالم، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، خاتم النبیین، جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللہِ

یہ شان ہے پیارے محبوب ﷺ کی کہ فرمایا کہ ادب واحترام--- گفتگو میں بھی، مجلسی زندگی میں بھی، ہر چیز میں--- تم نے اس کو سامنے رکھنا ہے۔ اور اگر پیارے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخی کی، شان میں کوئی فرق لائے تو پھر بات بالکل ختم ہو جائے گی، ہمارا تمہارا رشتہ جو ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ ایک اور شان پیارے محبوب ﷺ کی بیان کر کے ختم کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی صفتیں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائیں۔ غور کیجئے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط پر۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی ہے، رحیم بھی اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں وحدہٗ لا شریک ہے اور جب وہ وحدہ لاشریک اپنی صفت خود دے تو پھر اس میں کسی کو کلام کی اجازت نہیں ---سوچنے کی بات ہے، فکر کرنے کی بات ہے کہ رحیم کس کی صفت ہے؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی!

اِنَّ اللہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ بنی نوع انسان پر رؤف بھی ہے، رحیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی صفت اپنے لئے رکھی، رحیمیت کی صفت اپنے لئے رکھی۔ اور قرآن حکیم میں فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبۃ ۱۲۸-۱۲۹)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

البتہ تحقیق تشریف لے آئے تمہارے پاس عزت والے رسول، حرمت والے رسول، شانِ عظیم والے رسول، علمِ عظیم والے رسول، صاحبِ توقیر رسول، صاحبِ تعظیم رسول، صاحبِ کرم رسول۔ رسول پر تنوین ہے یعنی دو پیش ہیں--- جس کو عرب لوگ تنوینِ شان کہتے ہیں۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ تم میں سے ہی

ہیں۔ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ تکلیف تمہیں یہاں پہنچتی ہے اور مدینہ مبارک میں پیارے محبوب ﷺ تڑپ اٹھتے ہیں۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ تم پر بڑے حریص ہیں۔ اور اب آگے فرمایا بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ مومنوں پر وہ رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ کی شان کہاں تک گئی، اب شان پر غور کریں۔ اب شان چلتے چلتے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے کہاں پہنچائی، کوئی حد ہے-- اللہ اکبر اللہ اکبر۔ کوئی گن سکتا ہے، کوئی سوچ سمجھ سکتا ہے، فرمایا آؤ اگر پیارے محبوب ﷺ کو دیکھنا چاہتے ہو تو میرے آئینے میں دیکھو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے پیارے محبوب ﷺ کو اپنی صفتیں عطا فرما دیں۔ اب غور کیجئے آپ پڑھتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہر قسم کی تعریف ہر ایک زمانے میں، ہر ایک طریقے پر، ہر ایک ہے--- کس لئے ہے؟--- لِلّٰہِ--- خاص اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کیلئے ہے، کون سا اللہ؟ جو رب ہے، صاحبِ ربوبیت ہے، بتدریج پرورش کرنے والا ہے، ایک مٹی کے قطرہ سے پورا دانا انسان بنانے والا ہے، ایک دانے سے سات سو دانے پیدا کرنے والا ہے--- رَبِّ--- کس کا رب؟ اَلْعَالَمِیْنَ یعنی عالمین کا رب۔ ایک عالم کا نہیں بلکہ عالمین کا۔ اب سوچنے کی بات ہے اس کائنات میں کتنے عالم ہیں، اللہ جانے کتنے عالم ہیں؟ حضرت مستان شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

ہژدہ ہزار عالم یکساں شدہ است مارا

فرمایا دل کی نظر میں اٹھارہ ہزار عالم سامنے دکھائی دیتے ہیں۔ گویا اٹھارہ ہزار عالم حضرت مستان شاہ (کابلی) نے دیکھے ہیں، معلوم نہیں اس کے علاوہ کتنے ہزار عالم ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے پیارے محبوب ﷺ کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

پیارے محبوب ﷺ عالمین کیلئے رحمت ہیں، پرورش کرنے والا اللہ، ربوبیت کرنے والا اللہ اور پھر رحمتوں سے نوازنے والا نبی پاک اسی لئے پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا انما انا قاسم و اللہ یعطی

یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ عطا فرمانے والا ہے، اور میں بانٹنے والا ہوں---اللہ اکبر، اللہ اکبر!

غور کے قابل ہے یہ بات، ہے تو بہت چھوٹی سی ہے مگر ہزار ہا سمندر اس کے اندر بھرے ہوئے ہیں فرمایا علم عطا کرنے والا تو اللہ ہے، بانٹنے والا میں ہوں۔ رزق عطا کرنے والا اللہ ہے، بانٹنے والا میں ہوں۔ اب سوچتے جاؤ دیتے وہ ہیں، دلاتے ہم ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ دیتے جاتے ہیں، دیتے جاتے ہیں، وہ عطا کرنے والا بے حساب ہے، وہ عالمین کا رب تو پیارے محبوب عالمین کیلئے رحمت ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کی اور آیتیں جو ہیں آپ ان پر بھی اگر غور فرماتے چلے جائیں تو آپ کو نظر آتا جائے گا کہ پیارے محبوب ﷺ کی شان، پیارے محبوب ﷺ کی عظمت ایک ایسے مقام کے اوپر جا رہی ہے کہ جو عطا کرنے والا، جو وہم میں نہیں آسکتا، عطا کرنے والا جو قیاس میں نہیں آسکتا، عطا کرنے والا جو علم میں نہیں آسکتا، عطا کرنے والا کسی حد کے اندر پابند نہیں ہوسکتا---تو غور کیجئے بانٹنے والے کی کتنی حد ہے، یہ سوچنے کی بات ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

اور پیارے محبوب سید پاک ﷺ کی شان مبارک کی اور آیتیں قرآن حکیم کے اندر کافی سے زیادہ ہیں۔ جہاں تک قرآن مجید کو پڑھا جائے جہاں تک قرآن مجید کو دیکھا جائے تو قرآن مجید کی ہر آیت کے ہر ٹکڑے کے اندر پیارے محبوب ﷺ کی شان اور عظمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کے قرآن کی کوئی مثل نہیں ہے

وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص

وَادْعُوْا شُهَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (سورہ البقرہ: ۲۳)

ترجمہ: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایااس کی مثل ایک ٹکڑا لے آؤ--- بلکہ دعویٰ کرتے ہیں قرآن مجید میں وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا الخ نہ کر سکے، نہ کر سکو گے۔ قرآن کی مثل کوئی نہیں اور جس قلب پہ قرآن اترا اس کی مثل کون ہوسکتا ہے، جس وجود مبارک پر قرآن اترا اس کی مثل کون ہوسکتا ہے، جس کی زبان قرآن ہے اس کی مانند کون ہوسکتا ہے

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم : ۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

آواز جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے، گلہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے، زبان جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے، بولنا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے، مگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے محبوب بول رہا ہے مگر اس کی اپنی خواہش سے ہی نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ وہ تو وہی کچھ کہتا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں۔ محبوب کا جو بولنا کس کا ہے--- اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا۔ جو پیارے محبوب ﷺ کی گفتگو ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا کلام ہے--- اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ کتنی عظمت ہے کتنی شان ہے پیارے محبوب ﷺ کی--- نہیں بلکہ یہاں تک فرمایا شان مبارک میں

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورہ انفال آیت ۱۷)

ترجمہ: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لئے کہ مسلمانوں کو اس کا اچھا انعام عطا فرمائے، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (ترجمہ از کنزالایمان)

فرمایا اے پیارے محبوب ﷺ جب بدر کے دن آپ نے کنکریاں ماریں--- غور کرو قرآن مجید کے اس تخاطب پر، قرآن مجید کے اس لہجہ پر، قرآن مجید کے ان مبارک الفاظ پر۔ وَ مَا اور نہیں رَمَيْتَ ماریں آپ نے کنکریاں اِذْ رَمَيْتَ مگر ہاں آپ نے ماریں وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى مگر یاد رکھو اے پیارے محبوب! ماری آپ نے مگر خدا نے ماریں۔ وہاں بولنا کس کا، اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا-- یہاں مارنا کس کا، اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا۔ اور ایک اور مقام پر جب پیارے محبوب ﷺ نے بیعت لی،

ہاتھوں میں ہاتھ ڈالا، ایک ہاتھ، دوسرا ہاتھ، تیسرا ہاتھ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ یاد رکھو وہ میرے محبوب کا نہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے --- اللہ اکبر! ایک اور مقام پر پیارے محبوب ﷺ کی شان میں فرمایا فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور: ۴۸) اے پیارے محبوب ﷺ تو تو میری آنکھوں میں بس رہا ہے۔ کیا پیار کی بات ہے، کیا عشق کی بات ہے --- اللہ اکبر! کتنے عشق کی بات ہے، تو تو ہماری آنکھوں میں بس رہا ہے، تو تو میری زیر نگرانی ہے۔ ہمارے استاذِ محترم حافظ صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ نہیں زیر نگرانی ترجمہ نہیں ہے بلکہ ترجمہ ہے تو تو میری آنکھوں میں بس رہا ہے۔

جب بڑا پیار کسی سے ہوتا ہے، جب بڑی محبت کسی سے ہوتی ہے، اور جب قسم کھائی جاتی ہے کس کی کھاتے ہیں جو بڑا محبوب ہوتا ہے، بڑا پیارا ہوتا ہے اس کی قسم کھاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے پھر کس طریقے پر پیار اور محبت کا اظہار فرمایا۔ اے پیارے محبوب ﷺ یہ تیری بات نہیں مانتے ہیں، یہ بڑے ظالم ہیں، یہ بڑے مشرک ہیں -- اے پیارے محبوب ﷺ یہ بڑے سنگدل ہیں، اے پیارے محبوب ﷺ یہ نا ہنجار ہیں، اے پیارے محبوب ﷺ یہ خبیث ہیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ لا (۱) مَآ أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ج (۲) وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ج (۳) وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (۴) فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ لا (۵) بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ (۶) إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهٖ ص وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (۷) فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ (۸) وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ (۹) وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ لا (۱۰) هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ لا (۱۱) مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ لا (۱۲) عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ (القلم: ۱۳)

ترجمہ: قلم اور ان کے لکھے کی قسم (۱) تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں (۲) اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے (۳) اور بیشک تمہاری خُوبُو (خلق) بڑی شان کی ہے (۴) تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم

بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے (۵) تم میں کون مجنون تھا (۶) بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے (۷) تو جھٹلانے والے کی بات نہ سننا (۸) وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں (۹) اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل (۱۰) بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر اُدھر کی لگاتا پھرنے والا (۱۱) بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار (۱۲) درشت خو اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔ (کنزالایمان)

پیارے محبوب ﷺ کے نہ ماننے کے بارے میں کتنی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیں اور پھر کیا عجیب طریقے سے پیارے محبوب ﷺ کی تسلی کیلئے، تشفی کیلئے، محبت کے اظہار کیلئے -- نہیں نہیں پیارے محبوب کی شان بنی نوع انسان کو سمجھانے کیلئے فرمایا اگر میں کسی سے محبت کرتا ہوں تو وہ یہ ہیں، فرمایا

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ (کنزالایمان)

اے میرے پیارے محبوب ﷺ مجھے آپ کے سراپا کی قسم، اے میرے پیارے محبوب ﷺ مجھے آپ کے سر کی قسم، اے میرے پیارے محبوب ﷺ مجھے آپ کی زندگی پاک کی قسم۔ کتنی شان ہے، پیارے محبوب ﷺ کی۔ فرمایا یہ جو تجھے نہیں مانتے یہ تو نشے میں مدہوش چلے جارہے ہیں، یہ بے عقل، بیوقوف، نالائق۔ آپ نے غور فرمایا یہ کیا؟ پیارے محبوب سید دو عالم شفیع المذنبین، رحمت للعالمین ﷺ کی شانِ مبارک کیا ہے جس سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے، قرآن مجید کی ہر ایک آیت میں حضور پاک ﷺ کی شان وعظمت عیاں ہو رہی ہے، روشن ہو رہی ہے۔

آج کے اس درس میں میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی صرف چند آیتیں بیان کی ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی، توفیق عطا فرمائی اور میرے محبوب ﷺ کے صدقے میں وقت عطا فرمایا تو باقی اوقات میں بھی اسی طرح قرآن مجید کی آیتیں آپ کے سامنے عرض کروں گا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔

(۲۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء بمطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ بروز اتوار درسِ ثانی ختم ہوا)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر محمد اکرم رضا

خُلق سرکار دل و جاں میں بسایا جائے
دشمن جاں کو بھی سینے سے لگایا جائے

قلب مومن میں ہو پھر عشق محمد کا وفور
نغمہ شوق زمانے کو سنایا جائے

آج پیغام ہے ناموسِ رسالت کا یہی
عصر حاضر کے ہر اک بت کو گرایا جائے

آپ کی بعثت قدسی کا تھا مقصود یہی
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا جائے

چار سو عظمت اسلام مسلم ہو گی
پرچم عشق محمد کو اڑایا جائے

پھر شب تار سے ایماں کے اجالے پھوٹیں
یوں چراغ آپ کی سیرت کا جلایا جائے

زندگی ملتی ہے ناموسِ نبی پہ کٹ کر
پھر سے جینے کا یہ انداز سکھایا جائے

ہے رِضاؔ نورِ نبی مظہر انوارِ خدا
کس طرح کفر کی پھونکوں سے بجھایا جائے

قسط نمبر ۶

روحِ اسلام (تصوف)

حضرت ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ تو فرائض، واجبات ونواہی ہیں جن کی پابندی لازم ہے مگر متابعت وتابعداریٔ رسول کریم ﷺ اور چیز ہے اور ان کے علاوہ ہے اور وہ ہے حضور ﷺ کی مکمل تابعداری یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں وہی کرنا جس کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے یا جس کو خود کیا ہے۔ جس کو عرف شریعت میں سنت کہتے ہیں۔ اسی متابعت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران: ۳۱)

یعنی اے میرے حبیب فرما دیجئے کہ اے اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والو، میری (یعنی محبوب رب العالمین ﷺ) کی تابعداری کرو۔ تو پھر تم اس دعوے میں سچے ہو گے اور جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور ظاہر ہے محبوب سے کچھ پردہ نہیں اور اسے وہ علم عطاء کردے گا جس کا بندہ خواہشمند ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم اور اس کی طرف صراطِ مستقیم کا علم۔

پس اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو اپنا محبوب بنالو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے کیونکہ ایمان ہے ہی اللہ ورسول اللہ ﷺ کی محبت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ: ۱۶۵) یعنی ایمان والے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہو۔ اور حبیبِ کبریا ﷺ نے فرمایا

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔“

چونکہ عمل سے پہلے ایمان ضروری ہے اور ایمان ہے حضور ﷺ سے محبت اس لئے حضور ﷺ سے اپنے دل میں محبت پیدا کرے اور اگر نہیں تو تکلفاً پیدا کرے۔ حضور ﷺ کے خیال اور تصور میں رہے اور خواہش سے اور رضا اور رغبت سے، دل کی گہرائیوں سے، ذوق اور شوق سے حضور ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور یہی اطاعت خدا ہے کہ

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ (النسآء: ۸۰)

یعنی جس شخص نے رسولِ خدا ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے خدا کی اطاعت کی۔

اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کے علاوہ حضور ﷺ کی متابعت کرے یعنی حضور ﷺ کی ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی سنت کو اپنائے، ذوق وشوق اور محبت سے اپنائے۔ یہ ہے نیکیوں کی طرف سبقت اور پیش قدمی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکیوں کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں اور یہی ہیں السابقون الاولون جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے

وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللهِ (فاطر: ۳۲)

ترجمہ: اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ یہ لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے، نیز فرمایا

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (المؤمنون: ۶۱)

یعنی یہ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے ہیں اور ان کیلئے پیش قدمی کرتے ہیں۔

تصوف چونکہ اسلام اور ایمان کی حقیقت اور روح ہے اسی لئے دیکھنا یہ ہے کہ ایک ایماندار ایک سچے صوفی کا مرتبہ اور مقام کیسے حاصل کرے کیونکہ صوفیاء کرام ہی مندرجہ بالا آیت میں مذکور "سابقون" کے مصداق ہیں، یہی لوگ ہیں جو فرائض، واجبات اور نواہی سے پرہیز کی پابندی کے علاوہ مزید نیکیاں مثلاً نوافل، اذکار، اشغال واعمال صالح اور ریاضات ومجاہدات بالنفس کر کے ولایتِ الٰہی کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوتے ہیں جس راستے پر چل کر بندہ اس مرتبہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خداوند تعالیٰ کا قرب اور اس تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کو اصطلاح تصوف میں طریق یا سلوک کہتے ہیں اور اس

کے کئی مدارج ہیں جن کو مدارج السلوک کہا جاتا ہے جن میں سے چند کی شرح آئندہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ مگر اس سے پیشتر یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تصوف اسرار اور حقائق کا وہ علم ہے جو حقیقت الحقائق یعنی حق تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفتِ حقہ کی طرف رہنمائی کرے اور وہ صحیح اور مبین صراط یا طریق مستقیم بتائے جس پر چل کر ایک سچا مومن اپنی استعداد کے مطابق وصالِ الٰہی کا شرف حاصل کر سکے اور فنا فی اللہ و بقا باللہ میں شامل ہو جائے جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس : ۶۲)

یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ اولیاء اللہ وہ مقدس لوگ اللہ کے دوست ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم ہیں۔

اور دوستی اور محبت کا تعلق دل سے ہے اس لئے ان کو اہلِ دل بھی کہتے ہین اور دل بھی دلِ آگاہ، دلِ بیدار، دلِ سلیم، دل کی بیداری اور آگاہی کے بعد اس کی سلامتی اور دوام ہے اسی لئے تصوف کی ایک تعریف بیداری دل ہے

درد بخش و سوز بخش و آہ بخش
چشم نمناک و دلِ آگاہ بخش
فیض خدا کہ بر دلِ آگاہ می رسد
اے دل با ہوش باش کہ ناگاہ می رسد

اور چونکہ صرف اہلِ دل ہی انسان ہیں اس لئے تصوف کی ایک تعریف انسان بننا اور انسان بنانا ہے۔ یہی وجہ ہے حضور نبی کریم ﷺ کا بہترین لقب انسانِ کامل ہے۔ تصوف کے اس تعارف کے بعد اس کو اپنانے کا کچھ بیانِ ذیشان ہے۔

توبہ

واضح ہو کہ اس طریق عالیہ میں داخلہ کیلئے جو بنیادی اور پیشگی شرائط اور اہلیت کے کوائف ہیں ان میں پہلی شرط اہلیتِ توبہ ہے اور اس طریق میں داخل ہونے کا دروازہ توبہ ہے۔ یعنی جب تک مروجہ اور مسلمہ طریقہ سے (جس کی تفصیل بیان کی جائے گی) صحیح اور سچی توبہ نہ کرے تو نہ اس طریق کا اہل ہو

سکتا ہے اور نہ اس کو اس میں داخلہ مل سکتا ہے۔ یہ ایک کورس ہے جس میں داخلے کی شرط توبہ ہے اس کے علاوہ اور تسلیم شدہ شرائط ہیں یعنی بالغ ہونا، مسلمان ہونا اور اسلام کے متعلق بنیادی معلومات ہونا۔ مگر یہ ہماری کتاب کا موضوع نہیں۔ ان کی تفصیل اسلام اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک بالغ اچھا مسلمان (اگر پہلے نہیں تو اب اسلام کو بطور مذہب اختیار کر لے) ہونا پہلے سے تسلیم (Presume) کرلیا گیا ہے۔

توبہ کی کئی اقسام ہیں مثلاً توبہ از کفر و شرک یعنی کفر کو چھوڑ کر اسلام اختیار کرنا۔ شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اپنانا۔ توبہ از گناہ یعنی ہر برا فعل خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا سب کا چھوڑ دینا اور اس سے بچنا۔ توبہ از ماسوئی یعنی خدا کے سوا ہر شے سے ترکِ تعلق کرلینا۔ ترکِ دنیا بلکہ ترکِ عقبیٰ بھی اسی میں ہے۔

اس کے علاوہ بار بار توبہ کرنا ہے اور دوسرے سچی اور پکی توبہ کرنا ہے جس کو توبۃ النصوح کہا جاتا ہے یعنی گناہ سے ایسی توبہ کی جائے کہ پھر اس کے نزدیک بھی نہ جائے بلکہ اس کا خیال تک بھی نہ آئے۔ اور اسی میں ہے کہ اپنی ہستی یعنی اپنے ہونے سے توبہ کرنا ہے

عام را توبہ زِ کار بد بود
خاص را توبہ زِ دید خود بود
ولے بے حق زدن محض گناہست
بخود مشغول گشتن کفر را ہست
ترا ہر دل کشد پندارِ ہستی
سوئے ظلمت سرائے خود پرستی
تا در تو تصویت از ہستی خویش
شرک باشی با حق بدیں مذہب و کیش
تو مباش اصلا کمال این است و بس
تو در او گم شو وصال این است و بس

اب توبہ کی مزید تشریح کتاب اور سنت اور اقوالِ بزرگانِ دین سے بیان کی جاتی ہے۔ توبہ کے معنی ہیں لوٹنا، رجوع کرنا یعنی گناہ سے نیکی کی طرف لوٹنا، ماسوئی سے خدا کی طرف لوٹنا اور رجوع کرنا، مصیبت اور پریشانی سے خوشی اور فلاح کی طرف لوٹنا، گناہ سے رک جانا، اس کو چھوڑ دینا، ہمیشہ کیلئے چھوڑ دینا۔ نیکی کا راستہ اختیار کرنا اور ہمیشہ کیلئے اختیار کرنا اور رجوع الی اللہ ہو جانا۔

پس توبہ کے عمل کے تین حصے ہیں: پہلا یہ ہے کہ گناہ کو برا جاننا۔ نقصان دہ جاننا، اس پر پشیمان ہونا اور اس کو چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لینا اور دوسرا ایسا ارادہ اور عہد جس کے بعد گناہ کی طرف واپس لوٹنا بلکہ اس کا خیال تک بھی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ایک سچا، پکا اور خالص عہد ہے۔ جس کو قرآن پاک میں توبتہ النصوحا کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم: ۸)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو توبہ خالص یعنی سچے دل سے پکی توبہ کرو''

یعنی توبہ کے بعد گناہ کی طرف نہ لوٹے حتیٰ کہ گناہ کا خیال تک بھی نہ آئے۔ پس توبہ کے عمل کا پہلا حصہ گناہ پر پشیمان ہونا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''الندم توبة'' یعنی پشیمانی توبہ ہے اور دوسرا خدا تعالیٰ کے ساتھ دل سے سچا اور پکا عہد کرنا کہ اس کے بعد گناہ نہیں کرے گا اور گناہ میں مبتلا ہونے کی اس طرح جاننا جیسے اس آگ میں ڈالا جائے یا اس پر پہاڑ گر پڑے۔ حدیث شریف ہے

المؤمن یری ذنبه کالجبل فوقه ، یخاف ان یقع
علیه و المنافق یری ذنبه کذباب طائر علی انفه فاطاره

''مومن اپنے گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے کہ جیسے کہ پہاڑ ہے جس کا اسے خوف ہے کہ اس پر گر پڑے گا (یعنی اگر گناہ کرے گا تو پہاڑ کے نیچے دب کر مر جائے گا) اور منافق اپنے گناہ کو ایک مکھی کی مانند جانتا ہے جو اس کے ناک پر بیٹھی ہے جسے وہ اڑا دے گا۔''

توبہ خدا کے ساتھ عہد اور پکا وعدہ ہے اور سلوک میں یہی عہد اور وعدہ سالک اپنے شیخ پیر و مرشد کے ہاتھ پر توبہ کرتے وقت خدا تعالیٰ سے کرتا ہے۔ ہر شریف آدمی اپنے عہد کو نبھاتا ہے اور اپنے وعدہ کو پورا

کرتا ہے اور یہ مومن کی بہت بڑی خوبی ہے۔

مصمم ارادہ اور عہد کر لینے کے بعد توبہ کا تیسرا حصہ اس پر عمل ہے جس کیلئے انسان اس عہد کو ہر وقت ذہن میں رکھے اور ہوشیار رہے کہ اس عہد کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ اپنے پہلے طریق زندگی کو یکسر بدل ڈالے۔ ایسے دوستوں کو چھوڑ دے جن کے ملنے سے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ایسا لڑیچر یعنی کتابیں، رسالے، اخبار، مضامین نہ پڑھے جس کے پڑھنے سے عقائد میں تذبذب وشک، خیالات میں انتشار اور گناہ کے جواز اور اکساہٹ پر طبیعت کی رغبت کا اندیشہ ہو۔ نفس کو رعائتیں نہ دے کہ کہیں پھسل کر گناہ کی طرف راغب نہ ہو جائے۔

اس مشق کو لگاتار ہوش کے ساتھ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کو منکرات اور فحشات یعنی گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور مزید فضلِ خداوندی ہوگا تو یہ حفاظتِ الٰہی میں آجائے گا اس سے گناہ ہو ہی نہیں سکے گا اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ نماز اس کام میں بہت ممد اور معاون ہوتی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ (العنکبوت: ۴۵)

''نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے''

ظاہر ہے جس کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے نہیں روکتی یعنی وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور برائی سے بھی پرہیز نہیں کرتا اسے چاہئے کہ اپنی نماز درست کرے اور برائی سے بچنے کی عمداً اور عملاً کوشش کرے کیونکہ نماز اور برائی دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

کم از کم اس کو برائی سے نفرت پیدا ہو جانی چاہئے اور اس خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے کہ نماز اپنی جگہ اور دنیاوی کاروبار و معاملات میں غلط کام اور گناہ اور بے حیائی کے کام اپنی جگہ۔ یہ نظریہ سراسر غیر اسلامی ہے اور قرآن اور حدیث کے خلاف ہے۔

سچی توبہ کے نتیجہ میں گناہ سے نفرت کا پیدا ہونا اور گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف پہلا قدم ہے۔ گناہ میں مبتلا ہونا ایسا ہے جیسا آگ میں ڈالا جانا یا پہاڑ کے نیچے دب کر مر جانا۔ اگر انسان کا یہ حال نہ ہو تو توبہ

صحیح نہیں اور نفس نے ابھی تک گناہ، برے اور بے حیائی کے کاموں، غلط رویوں، پیشہ وارنہ اور دیگر مخصوص غلطیوں سے خلاصی نہیں پائی ہے اور نفس کے اندر برائی سے محبت اور رغبت کی جڑ ابھی موجود ہے۔
نفس امارہ تو سراپا شر ہے جیسا کہ جناب سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''النفس شر فی شر'' یعنی نفس سراسر شر ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ نفس کی پہچان کیلئے اس کا کچھ بیان ہو جائے تا کہ انسان کیلئے اس کے شر سے محفوظ رہنا آسان ہو جائے۔

صفاتِ نفس

جھوٹ جو کہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔ نفس اس کو اپنے حفاظت فائدے، سکون اور آرام کیلئے استعمال کرتا ہے۔ حدیث شریف میں جو تین علامتیں منافق کی بیان کی گئی ہیں ان میں جھوٹ سرفہرست ہے اور باقی دو متذکرہ علامتیں یعنی وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت بھی جھوٹ ہی کی دوسری شکلیں ہیں۔
غیبت، چغلی، دھوکہ، فریب، دکھلاوا، بناوٹ، ریا، چالاکی، خوشامد، چاپلوسی، کبر، غرور، بے جا فخر ان کے علاوہ اور بہت سی باریک شکلیں ہیں۔

پس انسان اگر جھوٹ چھوڑ دے یعنی گفتار، کردار اور زندگی کے ہر شعبے میں جھوٹ چھوڑ دے تو بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اسی لئے ایک روایت میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے صرف ایک کام فرما دیں جو میں کروں، تو فرمایا کہ جھوٹ چھوڑ دو۔

شہوت اور حرص یعنی شہوتِ خوراک، شہوتِ کلام، شہوتِ جنس، شہوتِ مال، شہوتِ ریاست، حکومت و لیڈری، شہوت کا لفظی معنی تو خواہش ہے مگر اصلاحی معنی نفس کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش ہے۔

ا: اچھا کھانا، زیادہ کھانا، اچھا پینا، اور زیادہ پینا۔

ب: اچھا سونا اور زیادہ سونا یعنی آرام دہ بستر، آرام دہ کمرہ جو گرمیوں میں ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم ہو اور زیادہ دیر تک سونا، صبح دیر تک سوتے رہنا اور لیٹ اٹھنے کو برا نہ جاننا۔ دن اور رات میں زیادہ سونا۔

ج: زیادہ بولنا، مبالغہ کرنا، دوسروں کو متاثر کرنے کیلئے بولنا (خاص طور پر ان لوگوں کو جو کسی لحاظ سے اہم ہوں یعنی علم، مرتبہ، اور دولت کے لحاظ سے) اپنے آپ کو نیک، پارسا اور بزرگ ظاہر کرنے کیلئے بولنا، اپنا ایک خاص عکس (Image) ظاہر کرنے کیلئے بولنا اور اس کے مناسب حرکات کرنا، مرچ مصالحہ اور چٹکلے لگانا، پیرائے بدلنا، سامعین کو خوش کرنے کیلئے خوشامدانہ جملے کہنا، جس بات سے متاثر ہوتے ہوں یا جو زیادہ پسند کرتے ہوں اسے بار بار دہرانا، ایسی حرکات کرنا جس سے سامعین خوش ہوں۔

د: خواہش جنسی کا حدِ اعتدال سے بڑھ جانا، شرم گاہ اور نگاہ کی حفاظت کے سلسلے میں کوتاہی برتنا یا احتیاط سے کام نہ لینا۔ زنا اور اغلام بازی جیسے گناہِ کبیرہ سے نہ بچنا۔ فحش کاموں، فحش حرکات، فحش تصاویر و فلموں، فحش لٹریچر اور فحش کلام سے نہ بچنا۔ زیادہ وقت شہوتِ جنسی کے خیال میں رہنا۔ منکوحہ بیوی کو بھی صرف اپنی جنسی خواہش کی بے اعتدالیوں کو پورا کرنے کا آلہ اور محل جاننا۔ اس کو اس کا بحیثیت مسلمان ہونا و انسان اس کو اپنا جائز اور باعزت مقام نہ دینا، اس کے احساسات اور جذبات کا خیال نہ کرنا۔ اس سے صرف اپنی حیوانی خواہش پوری کرنا، عورت کو اسلام نے جو مقام عطاء کیا ہے وہ نہ دینا۔

عورت کو ایک گھٹیا اور دوسرے درجہ کی مخلوق جاننا، اس کو صرف مرد کی جنسی خواہش کی تکمیل کا ذریعہ اور بچے پیدا کرنے کی مشین جاننا، اسلام نے جو حقوق اسے دیئے ہیں وہ تسلیم نہ کرنا اور نہ دینا مثلاً خلع کا حق، خاوند کے مرجانے کے بعد دوسرا نکاح کرنے کا حق، وراثت میں حق، علم حاصل کرنے کا حق، کتاب اور سنت کی روشنی میں کسی معاملہ میں رائے دینے کا حق، راہ خدا پر چلنے کا حق۔ اگر اہل الرائے میں سے ہو تو امیرِ حکومت کے انتخاب میں رائے دینے کا حق، بچوں کی تربیت، تعلیم، دوسرے متعلقہ معاملات میں رائے دینے کا حق، غرض یہ کہ بحیثیت انسان وہ سارے حقوق جو اسلام نے عورت کو عطاء کیے ہیں (اس کی تفصیل بہت ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں)

ر: مال سے محبت نفس کی ایک اور اہم خواہش ہے۔ مال کی طمع اور جمع کرنے اور امیر سے امیر تر ہونے کی حرص ایسی نامراد خواہش ہے کہ جو بڑھتی ہی چلی جاتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ اس حرص کو سوائے قبر کی مٹی کے اور کوئی چیز پر نہیں کرسکتی۔

کاسۂ چشم حریصاں پُر نہ شد

تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

(مولانا روم)

یعنی حریص کی آنکھ سیر نہ ہوتی سوائے اس کے کہ قناعت اختیار کرے جس طرح کہ سیپی جب تک بارش کے ایک قطرے پر قناعت نہ کرے تب تک اس میں موتی نہیں بنتا۔

نفس کی اسی حرص مال کی شکلیں ہیں۔ مال جمع کرنا، بینک بیلنس زیادہ سے زیادہ ہونا خواہ سود سے ہو جو کہ حرام ہے۔ نفس فسادِ نیت کی بنیاد پر مال کی زیادتی کی غرض سے سود کے جواز کے طریقے نکالتا رہتا ہے۔ کبھی اس کو (Interest) مال سے فائدہ کہہ کر کبھی (Profit) نفع (جو تجارت سے ہوتا ہے) کہہ کر، کبھی انشورنس کا (Premium) کہہ کر جائز قرار دیتا ہے۔ حالانکہ قرآن اور سنت کی تعلیمات کی منشا اور روح کے مطابق یہ سب سود کی تعریف میں آتے ہیں۔ بالخصوص متقین اور سالکین باللہ کیلئے ان سب سے بچنا فرض ہے۔ حتیٰ الوسع اور حتیٰ الامکان بچنا چاہئے یعنی خدا کے سامنے جوابدہی اور گناہ سے بچنے کی نیت سے (جو کہ ایک شخص اور اس کا خدا جانتا ہے) اپنے اپنے حالات کے مطابق بچنے کی کوشش کرے کیونکہ سود حرام ہے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس چیز میں کسی قسم کا شک ہو اس سے بچو اور وہ طریقہ اختیار کرو جو واضح ہو۔ قرآن پاک میں صاف بیان ہے کہ تجارت سے نفع جائز ہے خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور سود حرام ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔ تجارت اور ہے اور سود کا کاروبار اور۔

نفس غلط تحقیق سے جواز کے بہت طریقے نکال لیتا ہے اور بسا اوقات حقیقی مجبوری نہیں ہوتی مگر مجبوری کہہ کر جائز کر لیتا ہے اس سے کم گناہ والا یا بغیر گناہ والا طریقہ ہوتا مگر چونکہ اس میں نقصان ہے یا کم فائدہ ہے اس لئے اسے اختیار نہیں کرتا۔

(جاری ہے)

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت مصنف

پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالغفور
چیئرمین شعبہ سیرت سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

ان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثو دنیارا
او لادرھماء و انما ورثو العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر

ترجمہ: تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ تحقیق انبیاء دینار اور درہم اپنے ورثہ میں نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے۔ جس نے اسے حاصل کیا اس نے کامل حصہ لے لیا۔

اللہ نے بعض علماء کو فصاحت، بلاغت کی خداداد صلاحیت سے نوازا ہوتا ہے اور وہ تقریر کے ذریعہ اسلام کی نشر واشاعت کر کے لوگوں کی اصلاح اور رشد وہدایت کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ اور ایسے فصحاء وبلغاء علماء کرام کو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی سننے کیلئے بلایا جاتا ہے جو اپنی خطابت کے فن کر مظاہرہ کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف بعض علماء کرام فن تحریر کے ذریعہ عوام الناس اور خاص کر لکھے پڑھے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور میرے نزدیک یہ خاصا مشکل کام ہے کیونکہ تقریر تو زبانی طور سے ہوتی ہے جبکہ تحریر پورے وثوق سیاق وسباق اور حوالہ جات پر مبنی ہوتی ہے۔ بعض خوش قسمت علماء ایسے بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دونوں صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے۔ جو تحریر اور تقریر دونوں کے ذریعہ سے دین کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ تاہم ایسے علماء کی تعداد بہت کم ہے۔

حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری مرحوم ومغفور المعروف مولوی جی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ان

دونوں خصوصیات سے نوازا تھا۔ تقریر کے وقت انتہائی فصاحت وبلاغت سے لوگوں سے مخاطب ہوتے اور عام فہم انداز سے اپنی بات لوگوں کے دلوں پر ثبت کر دیتے۔ اور قرآن کی قرأت بھی بڑی خوش الحانی سے کرتے اور سننے والوں پر اس کا خاصا اثر ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ نے بڑے شوق سے فن تحریر کی طرف بھی توجہ دی اور جو کچھ لکھا، وہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔ بحیثیت مصنف آپ نے بڑی تحقیق کے ساتھ مختلف کتابوں کے حوالہ جات دے کر کتابیں لکھیں۔ آپ نے نمازِ مقبول نامی کتاب ۱۹۵۱ء میں لکھی جس میں حنفی طریقہ کے مطابق نماز پڑھنے کے تمام مسائل بمعہ حوالہ جات کے شائع کئے۔ جس کی چوتھی اور آخری اشاعت آپ کی وفات سے چند دن پہلے ہوئی اور اس پر نظر ثانی بھی آپ نے خود فرمائی تھی۔

میرے نزدیک آپ کی تصنیفات میں سب سے عمدہ اور تاریخ ساز تصنیف ''تذکرہ علماء ومشائخِ سرحد'' جلد اول اور جلد دوم ہے۔ جس میں آپ نے بزرگانِ دین، اولیاء اللہ اور علماءِ سرحد کے حالاتِ زندگی کو جمع کیا۔ یہ شخصیات کے حوالے سے تحقیق کرنے والوں کیلئے ایک بہترین ماخذ ہے۔ اس کتاب کی جلد اول ۱۹۶۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی اور ۲۹۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا پہلا مضمون حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے اور آخری مضمون حضرت سید اکبر شاہ قادری کے متعلق ہے۔ اس قسم کی تصنیف اردو زبان میں پوری تحقیق کے ساتھ بہت کم کوئی پیش کر سکا۔ شخصیات کے حوالے سے جس نے بھی کوئی ریسرچ کرنے کی کوشش کی تو آپ کی اس کتاب کو ضرور اپنا ماخذ ٹھہرایا کیونکہ آپ نے بعض ان مشہور بزرگانِ دین کے حالات بھی جمع کئے جن کے حالات دوسری کتابوں میں نہیں ملتے۔ جیسے مولانا غلام جیلانی پشاوری، حافظ محمد عظیم وغیرہ۔ آپ کی یہ محنت قابل داد ہے۔

یہاں پر ذکر کرنا ضروری ہے کہ جو لوگ صاحب تحریر ہوتے ہیں وہ کتابوں کے پڑھنے کا بھی بہت شوق رکھتے ہیں اور نایاب کتب کو جمع کرتے ہیں۔ حضرت سید محمد امیر شاہ قادری مرحوم ومغفور نایاب کتب کے جمع کرنے کے بے حد شوقین تھے کیونکہ وہ کتاب کی قدر و قیمت کو سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس وقت ان کی ذاتی لائبریری بہت سی نادر کتب پر مشتمل ہے اور اکثر محققین آپ کی لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں اور اس

سلسلہ میں آپ بھی بے حد تعاون کرتے اور ریسرچ کرنے والوں کی کافی خاطر تواضع کے ساتھ ساتھ ان کو ان کی ضرورت کے مطابق مواد بھی دیتے۔ اور اگر وہ مواد ان کی لائبریری میں نہ ہوتا اور ان کو معلوم ہوتا کہ اس ریسرچ کا مواد دوسری کسی لائبریری یا فرد کے پاس ہے تو نہایت فیاضی اور فراخدلی کے ساتھ ان کی امداد فرماتے۔ تاہم اس معاملے میں بھی آپ نے کسی قسم کے تعصب اور حسد سے کام نہیں لیا اور پہلی جلد کا پیش لفظ حافظ محمد ادریس مرحوم جو کہ فاضل ڈابھیل (بھارت) سابق چیئرمین شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی سے لکھوایا۔ جبکہ جلد دوم کا پیش لفظ شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے سابق چیئرمین، وفاقی شرعی عدالت کے سابق جج مولانا حافظ عبدالقدوس (مرحوم) فاضل دیوبند سے لکھوایا۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ میں چھپی۔

اسی تناظر میں آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم بھی مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی سے شروع کی اور آپ کے اکثر اساتذہ فاضل دیوبند تھے اور ہر جگہ اپنے اساتذہ کا بڑی قدر و عزت سے ذکر فرماتے۔ اساتذہ تو چھوڑیئے انکے صاحبزادگان کا بھی بے حد احترام کرتے۔ جس طرح علامہ مولانا فضل صمدانی بنوری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ مدرسہ رفیع الاسلام کے بانی اور مہتمم تھے) کے صاحبزادوں سید فاروق بنوری ایڈمنسٹر محکمہ اوقاف صوبہ سرحد اور سید صادق بنوری کا بھی خیال رکھتے۔ اس کے علاوہ اپنے استاذِ محترم شیخ الحدیث مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں مولانا محمد بشیر احمد صاحب اور ڈپٹی غلام احمد صاحب کا بھی احترام کرتے۔

الغرض آپ ایک بہترین اور ریسرچ کے قواعد اور ضوابط کے ماہر تھے جس کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف میں تذکرہ حفاظ پشاور، تفصیل تقبیل ابہامین، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ، انوارِ علی کرم اللہ وجہہ، اردو شرح غوثیہ بخاری شریف از محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ، دراسات الحسنیہ، مقامِ اہل بیت، صلوٰۃ غوثیہ، اذکارِ غوثیہ، جنازے کے ساتھ ذکرِ الٰہی، داڑھی منڈھے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اور چند دیگر رسالے وغیرہ بھی بہت مشہور ہیں اور اسی طرح پندرہ روزہ "الحسن" کا اجراء ۱۹۵۱ء سے شروع کیا اور ابھی تک جاری ہے۔ اس رسالہ میں جید علماء کرام کے مضامین شائع ہوتے ہیں جن کی تدوین آپ خود فرماتے۔

سیدنا مولوی جی رحمت اللہ علیہ

ایک علم پرور روحانی شخصیت

میاں سعید الرحمٰن

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف تو تحریکِ پاکستان کے ایام سے تھا ان کے چھوٹے بھائی سید اختر زمان گیلانی مرحوم اسلامیہ ہائی سکول میں میرے کلاس فیلو بھی رہے ہیں جبکہ خاندانی مراسم تو تین پشتوں سے ہیں۔

میرے دادا مرحوم مولوی باغ دین (۱۲۸۱ھ---۱۳۴۳ھ) کا ذاتی اور خصوصی تعلق آغہ سید سکندر شاہ گیلانی مرحوم (۱۲۶۱ تا ۱۳۳۱ھ) سے تھا۔ میرے دادا مرحوم کا تذکرہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد'' حصہ دوئم میں کیا ہے۔

میرے والد میاں شریف حسین کے مراسم آغہ سید سعید احمد جان صاحب سے اور اپنے ہم نام سید شریف حسین شاکر صاحب سے تھے اور پھر ہمیں حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دین سے جو رغبت ہے انہی کی نظر کرم سے ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میرے حلقہ احباب میں پروفیسر ڈاکٹر طاہر فاروقی صاحب، ڈاکٹر عطاء اللہ قادری صاحب، آغہ سید بہادر شاہ صاحب، ڈاکٹر بشیر احمد صاحب، مولانا تاج صاحب، غلام غوث صحرائی صاحب، محمد حسین راز صاحب، آغہ سید ضیاء صاحب جعفری، آغہ جگر کاظمی صاحب، کوکب تبریزی صاحب، کیفی سرحدی صاحب ایسے صاحبان علم و فضل موجود تھے۔ اب یہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ہم سب کبھی نہ کبھی مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوتے رہتے تھے۔ جن دنوں ۱۹۸۰ء سے قبل میری رہائش شہر میں محمد علی جوہر روڈ پر تھی تو بندہ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ گیارہویں شریف کا ختم شریف کروایا کرتا تھا۔ کبھی مختصر اور کبھی بڑا اور بڑے ختم شریف میں یہ سب احباب یکجا ہو جاتے تھے کئی بار قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحب مجلس رہے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ہم نے بڑے ختم کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شب کسی اور جگہ تھے۔ میں نے آغا ضیا جعفری صاحب سے ختم شریف کیلئے عرض کیا تھا۔ رات گئے تک ختم شریف کے بعد نعت و منقبت کا دور جاری تھا کہ یکلخت حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقہ کے ہمراہ تشریف لے آئے اور ذکر کی وہ محفل جمی، وہ رنگ بکھرا، وہ وجد و حال ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ آج تک اس محفل کا سرور فراموش نہ کر سکے۔ یہ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کردار کی بلندی تھی کہ انہیں علم تھا کہ صاحبِ محفل آغا ضیاء جعفری صاحب موجود ہیں لیکن جب وہ جہاں پر مدعو تھے وہاں سے فارغ ہوئے تو سیدھا میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے اور اس محفل کو وہ رنگ بخشا جو سدا یادر ہا۔

جو کیفیت محفل پر اس دن طاری ہوئی تھی ویسی کیفیت پھر کبھی نہ پا سکے۔ میرے ان احباب کے رخصت ہونے کے بعد اور خود شہر سے یونیورسٹی ٹاؤن منتقل ہو جانے کی بناء پر ملاقاتوں کا سلسلہ کم ہوا۔ میں شہر آتا کبھی نہ کبھی حاضری دے دیتا۔ ان کی بیماری کے سبب ان کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے خود بھی جسارت نہ کرتا۔ جب بھی گیا بے انتہا پیار و محبت سے ملتے، سب کو چھوڑ کر مجھ سے محوِ گفتگو ہو جاتے، بے انتہا نیازمندوں کی موجودگی میں میں شرم محسوس کرتا اور جلد اجازت لے کر آ جاتا۔

ستمبر ۱۹۸۳ء میں قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ٹاؤن میں میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور میری دونوں بیٹیوں کے عقد میں شرکت فرمائی اور خود سنت النکاح کی دعا فرمائی۔ یہ ان کی خصوصی محبت تھی جسے ہم نے ہمیشہ یاد رکھا۔

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے مراسم زیادہ تر علم و ادب اور تصوف کے حوالہ سے تھے۔ ہم نے حیدر آباد دکن اور کاکوری شریف لکھنو سے بہت سی نایاب کتب منگوائی تھیں جو ان کو بتائی تھیں۔ اکثر ابن عربی کی تحریروں پر بات ہوتی۔ ان دنوں تو ان کی کتب نایاب تھیں اور اب فتوحات مکیہ تفسیر قرآن کے علاوہ فصوص الحکم کے کئی ایڈیشن ترجمے اور تفسیریں موجود ہیں۔ ابن عربی کے فلسفہ پر بے شمار کتب آ گئی ہیں۔ میں جب بھی ان سے ملا میں نے خوف سے ان کتب کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کی بصارت کافی کمزور ہو چکی تھی اور میرے ذکر سے انہیں محرومی کا احساس نہ ہو۔ قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی ہر تصنیف سے مجھے نوازا تا کہ میں ان سے مستفیض ہوسکوں یہ ان کی مجھ پر نگاہِ کرم تھی ان کے اس خلوص و پیار کو میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔

سال ۱۹۹۴ء میں جب انہوں نے مجھے ''انوارِ علی کرم اللہ وجہہ'' سے نوازا تو اس کی اشاعت پر میں نے کچھ فقرے پیشِ خدمت کیے جنہیں پا کر حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور مجھے کہا کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ اس کو شائع کر کے باقی تمام جلدوں سے لگا دیں ۱۹۹۰ء میں اپنی بیٹی کی ڈاکٹریٹ کے تھیسس ''محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی دینی اور علمی خدمات'' سے بھی نوازا ان دنوں ایبٹ آباد میں تھے۔ میں نے کتابت وطباعت کی بہت سے غلطیاں نکال کر روانہ کیں جب پشاور آئے تو ملنے پر بہت شکریہ ادا کیا۔

پچھلے سال مجھے ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (چیئرمین شعبہ اردو گورنمنٹ کالج لاہور) نے لکھا کہ میں آغا سید شریف حسین شاکر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا شعری مجموعہ ''نسیم سحر'' ترتیب دے رہا ہوں مجھے ان کے حالات کی ضرورت ہے۔ پھر چند روز بندہ متواتر حاضری دیتا رہا۔ حالات پوچھتا رہا، شجرہ خاندانی ترتیب دیا اور روانہ کیا۔

کتاب کی اشاعت پر حاضر خدمت ہوا، کتاب پیش کی تو حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے بے انتہا خوشی کا اظہار فرمایا اور داد دی۔ اب ہم ان ہستیوں کو کہاں تلاش کریں۔ پشاور میں واحد ان کی ذات گرامی تھی جن کے فیوضات و برکات سے سب فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اب ایک خلا پیدا ہو چکا ہے، محرومی کا احساس ہو رہا ہے، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا ہے ہر غم پر تکلیف پر نظر ان کی طرف اٹھ جاتی تھی، ہر دکھ کا وہ مداوا تھے۔ مجھ پر تو ان کی خاص مہربانی تھی کہ بندہ حاضر ہوئے بغیر ان کی توجہ حاصل کرتا۔ جب بھی آپ کی توجہ بندہ پر ہوتی تو مجھے محسوس ہو جاتا کہ وہ نگاہِ کرم فرما رہے ہیں۔ سخت بخار کے باوجود ان کے اس فانی دنیا سے رخصت ہونے کا سن کر جنازہ میں شرکت کیلئے جا پہنچا، نہ ہمت تھی، نہ حوصلہ، نہ سکت کہ کسی کو پرسا دے سکیں خاموشی سے واپس آ گیا۔

غالباً یہ ۱۹۷۰ء سے پہلے کا ذکر ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ (باقی صفحہ ۶۲ پر ملاحظہ فرمائیے)

بڑا گلہ ہے دلِ غم پرست کو تم سے!

ناصر زیدی

دیارِ شوق میں کوسوں کہیں ہوا بھی نہیں
اُمس ہے ایسا کہ پتا کوئی ہلا بھی نہیں

خفا نہیں ہے مگر اس ادا کو کیا کہیے
پکارتا ہوں تو وہ مڑ کے دیکھتا بھی نہیں

یہ کس مقام پہ تنہائی سونپتے ہو مجھے
کہ اب تو ترکِ تمنا کا حوصلہ بھی نہیں

بڑا گلہ ہے دلِ غم پرست کو تم سے
وہ درد اس کو دیا ہے جو لا دوا بھی نہیں

کہاں تلاش کریں، جز ترے سکونِ نظر
کہ اس جہاں میں کوئی تجھ سا دوسرا بھی نہیں

بسا ہوا ہے مرے دل میں بوئے گل کی طرح
وہ دور دور ہے مجھ سے مگر جدا بھی نہیں

کسے سناؤ گے تم مژدۂ سحر ناصرؔ
وہ رت جگے ہوئے، اب کوئی جاگتا بھی نہیں

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

(رودادِ سفر حج)

علاؤالدین عدیم

رمضان شریف کے مبارک مہینے کی ستائیسویں تاریخ تھی کہ ایک نوید جانفزا آئی جس نے رقت آمیز ممنونیت کے احساسات میں شرابور کر کے رکھ دیا۔ حسن اتفاق سے سابق وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب پشاور دورہ پر تشریف لائے تو صحافی برادری میں سے حج مبارک پر جانے کیلئے قرعہ اندازی ان سے کرائی گئی۔ صوبائی حکومت کے کوٹہ سے پریس کلب کے اراکین میں سے دو ناموں کا قرعہ انہوں نے نکالا تو نہ معلوم ان کے دل میں کیا سمائی کہ عین اس موقع پر یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ایک نام کا قرعہ وہ اپنے ذاتی کوٹہ میں سے صحافیوں کیلئے نکالیں گے۔ انہوں نے جو قرعہ اندازی فرمائی تو نام راقم الحروف کا نکل آیا۔ افطار سے ذرا پہلے فون پر گھر میں یہ اطلاع مل چکی تھی جس پر پہلے تو یقین نہیں آرہا تھا کہ کیا واقعی

قرعہ فال بنامِ من دیوانہ زدند

کے مصداق ایسا ہوا ہے مگر دوسرا فون آنے پر اس کی تصدیق ہوگئی تو سجدہ شکر کے دوران ہی فوراً تخیل نے جست لگا کر حرمِ نبوی ﷺ میں پہنچا دیا۔ گزشتہ ماہِ رمضان کے عمرہ کے دوران دربارِ رسول ﷺ میں رخصت کی اجازت طلبی کے ساتھ ہی درخواست بصد التجا گزاردی تھی کہ مولائی پھر حاضری نصیب ہو۔ حج کی نوید پا کر دل میں راسخ یقین نے جگہ پالی کہ ضرور اس عاجز کی اسی درخواست کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے جو ایک مرتبہ پھر حاضری کے اسباب پیدا ہوگئے وگرنہ خواب وخیال میں بھی نہیں تھا اور نہ ہی ایسے وسائل میسر تھے کہ حج وعمرہ پر جانے کا سوچا بھی جاسکتا۔

وزیراعظم کی قرعہ اندازی کی خبر اگلے روز ۲۳ نومبر ۲۰۰۳ء کے تمام اخبارات میں آجانے سے ہر کسی کو اطلاع ہوگئی کہ روزنامہ "مشرق" پشاور سے دو اور روزنامہ "آج" پشاور سے ایک خوش نصیب کو حج پر

جانے کی سعادت ملنے والی ہے۔ روزنامہ ''مشرق'' کے ایڈیٹر انچیف سید ایاز بادشاہ صاحب نے تو بڑے پرخلوص انداز میں سچی خوشی کا اظہار فرمایا اور نہ صرف مجھے بلکہ گھر پر فون کر کے میری اہلیہ کو بھی مبارکباد دی۔ قرعہ اندازی کے موقع پر وہ خود موجود تھے اور ان کی خوشی بجا تھی کہ ان کے اخبار کو یہ اعزاز واہمیت مل رہی تھی کہ کارکن عملہ میں سے دو افراد کو حکومت کی طرف سے حج پر بھجوایا جانے والا تھا۔ گھر پر قرعہ اندازی کی اولین اطلاع اور اس کے بعد دوسری بار یقینی اطلاع اور مبارکباد ''مشرق'' کے جنرل منیجر محمد ارشاد خان (جو کہ اس وقت نیوز ایڈیٹر تھے) نے دی جن کیلئے میرے دل میں ممنونیت کے احساسات ہیں۔

اس کے بعد یہ اخباری اطلاع دور ونزدیک جہاں کہیں اور جس کسی کی نظر سے بھی گزری تھی اس نے ملنے پر اس حوالہ سے پیشگی مبارکباد اور اس پر تبصرہ کرنا ضروری جانا۔ جس پر قدرے خفیف سی شرمساری کے احساس کے ساتھ معاً دل میں یہی خیال گزرتا

میں اس کرم کے کہاں تھا قابل
حضور کی بندہ پروری ہے

کہاں میں ایک ذرہ بے مقدار، کہاں اس شہ لولاک ﷺ کی بے پایاں رحمت وشفقت۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ایسے پاک معاملات میں اپنا طبعی میلان ہمیشہ سے تشہیر کا نہیں بلکہ اخفا کا رہا ہے۔ اس سے پیشتر بھی جب اس مقدس سفر کا پروگرام بنا تو اپنے مہربان خیر خواہوں کو اس کی اطلاع اسی وقت ہو پاتی جب رخصتی ملاقات کیلئے ان کے ہاں حاضر ہوتا یا پھر واپسی بھی ہو چکی ہوتی۔

شروع ایام کی ابتدائی مبارک سلامت کے بعد ماہِ شوال یعنی دسمبر ۲۰۰۲ء کا پورا مہینہ اور ماہ ذیقعد یعنی جنوری ۲۰۰۳ء کا بیشتر حصہ تیزی سے یوں گزرا کہ اسلام آباد کے حج آفس سے مزید کوئی پیشرفت نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی میری کسی بھی مراسلت کا کوئی جواب مل رہا تھا۔ جس نے مجھے اندیشہ ہائے دور دراز میں گرفتار کر کے رکھ دیا کہ سرکاری معاملہ ہے مبادا سرخ فیتہ کا شکار ہو کر کہیں کھٹائی میں نہ پڑ گیا ہو۔

آخر خدا خدا کر کے ۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد سے پشاور پریس کلب کے پتہ پر ایک تار آیا جس

میں چار عدد فوٹو اور شناختی کارڈ وغیرہ کی نقول فوری طلب کی گئی تھیں۔ یہ کوریئر سروس کے ذریعہ ارسال کر دیں تو اس کے بعد پھر وہی پر اسرار خاموشی، بے یقینی کی کیفیت۔ دوسری طرف دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق حج پروازوں کی آخری تاریخ ۲۶ جنوری مقرر ہو چکی تھی جبکہ ۲۰ جنوری کی تاریخ ہونے کو آئی ہماری روانگی کی اطلاع کے بارے میں دور دور کوئی اتہ پتہ نہ تھا۔ آخر تنگ آ کر دفتر سے بیس یوم کی چھٹی لے لی اور اسلام آباد وزیر اعظم سیکرٹریٹ جانا پڑا جہاں پی آر او کیپٹن مجید نیازی بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ان کی مدد سے جوائنٹ سیکرٹری حج اور وزارت حج و مذہبی امور میں متعلقہ سیکشن افسر غلام مصطفی صاحب سے ملاقات ہو پائی۔

میں اپنا انٹرنیشنل پاسپورٹ اور مزید فوٹو گراف اپنے ساتھ لے گیا ہوا تھا کہ مبادا ان کی ضرورت پڑے مگر یہاں بتایا گیا کہ میرا حج پاسپورٹ تیار کروا کے ویزا لگنے کیلئے سعودی سفارتخانہ بھجوایا جا چکا ہے۔ اس بارے میں اگلے روز بذریعہ فون دریافت کر لیا جائے۔ اس پر مطمئن ہو کر واپس پشاور چلا آیا مگر دوسرے روز دن بھر بار بار کے ٹیلی فون کے باوجود ڈائریکٹوریٹ اسلام آباد کے کسی بھی فون نمبر سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا کہ میرے پاسپورٹ پر ویزا لگ کر آ گیا یا نہیں اور اگر حج کیلئے روانہ ہونا ہے تو کب اور کہاں سے؟

اس روز جمعہ کا دن تھا، شام کی نماز کے بعد عشاء کے قریب گھر پر وزیر اعظم کے پریس سیکرٹری ریاض حسین رائے صاحب کا ٹیلی فون پر نادر شاہی پیغام ملا کہ جمالی صاحب نے بلایا ہے، جلد بلوچستان ہاؤس پہنچو۔ میں تو پہلے ہی پا بہ رکاب تھا فوراً روانہ ہو گیا۔ رات ۱۰ بجے بلوچستان ہاؤس پہنچا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ وزیر اعظم صاحب حجاج کرام سے خطاب کے بعد واپس جا چکے تھے اور سب لوگوں کو بسوں میں راولپنڈی کے حاجی کیمپ بھجوایا جا چکا تھا۔ مجبوراً دوسری ٹیکسی لے کر بہ دقت تمام رات ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچا۔ حج ڈائریکٹوریٹ کے عملہ کا کوئی ذمہ دار فرد وہاں موجود نہ تھا۔

صبح نمازِ فجر کے بعد قریباً سب لوگوں نے اپنا اپنا سامان اٹھا کر پی آئے اے والوں کے ہال میں

پہنچنا شروع کر دیا کیونکہ حج کیلئے پہلی پرواز کو صبح چھ بجے روانہ ہونا تھا جبکہ میرے پاس اب تک نہ تو پاسپورٹ اور نہ ہی ٹکٹ تھا کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر ہوائی اڈہ جا سکتا۔ تلاش بسیار اور کافی دیر گزر جانے کے بعد آخر پروٹوکول پر متعین متعلقہ افسر سے رابطہ ہوا۔ حاجی کیمپ میں الائیڈ بینک کا عملہ خواب خرگوش میں پڑا تھا کیونکہ بینک کھلنے کا مقرر وقت صبح نو (۹) بجے تھا۔ ایک اہلکار مجھے اپنے ساتھ لئے بھاگم بھاگ بینک پہنچا اور دستک دے کر منیجر کو جگایا۔ ان کے سٹرانگ روم میں میرا پاسپورٹ، پی آئی اے کا ٹکٹ اور سفری چیک وغیرہ بند پڑے تھے جو جلدی جلدی دستخط کر کے وہاں سے وصول کئے۔ اس دوران تمام عازمین حج پی آئی اے کی بس میں سوار ہو کر ائرپورٹ کو روانہ ہو چکے تھے۔ نظامتِ حج کی ایک سرکاری گاڑی میں بس کا تعاقب کرنا پڑا اور اس طرح ہوائی اڈہ پہنچ سکا۔

اسلام آباد کے ہوائی اڈہ سے فلائٹ نمبر پی کے ۷۴۲ کی روانگی کا مقررہ وقت صبح ۶ بج کر ۲۰ منٹ تھا مگر یہ پندرہ منٹ کی تاخیر سے روانہ ہوئی جس کی معذرت طیارہ کے کپتان نے روانگی سے پیشتر کر دی۔ جدہ ائیرپورٹ سعودی وقت کے مطابق دو بجے پہنچ گئے جہاں پاکستان ہاؤس کا عملہ استقبال کیلئے موجود تھا۔ مگر حسبِ دستور وہاں سے روانگی شام تک نہ ہو سکی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مکہ مکرمہ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی اور تاخیر کی رہی سہی کسر بس ڈرائیور نے اس طرح پوری کر دی کہ وہ چکر پہ چکر کاٹتا اور اسے وہ عمارت ہی نہیں مل رہی تھی جہاں حجاج کو پہنچانا تھا۔ ڈرائیور کی زبان عربی اور مسافر سب پاکستانی، عربی سے ناآشنا۔ ڈرائیور ہماری کسی بھی بات کا مفہوم سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا اس لئے ہر کسی کی اس بے تابانہ خواہش کے باوجود کہ قیام گاہ پر جلد پہنچا جائے تاکہ کم از کم عشاء کی نماز حرم شریف میں ادا ہو ایسا نہ ہو سکا اور ہم بار بار دور دور ہی سے بس میں بیٹھے ہوئے حرم شریف کے بلند روشن میناروں کو دیکھ دیکھ کر ترستے رہ گئے۔

آخر کار بس ایک بھرے بازار میں رکی تو معلم کا آدمی اندر آیا کچھ استقبالیہ جملے عربی میں ادا کئے اور تازہ شیریں کھجوریں تقسیم کیں۔ وہ اتر گیا تو کچھ دیر بعد ایک اور لڑکا آیا۔ اس نے بھی عربی میں کچھ کہا اور مسافروں سے ان کے پاسپورٹ لے کر جمع کرنا شروع کر دیئے اور اس کے بدلے میں ایک ایک کارڈ ہر کسی کے حوالہ کر دیا گیا جس پر معلم کا نام اور اس عمارت کا پتہ نقشہ وغیرہ عربی میں درج تھا جہاں حجاج نے

قیام کرنا تھا۔

ہمارے قیام کا انتظام شارع اجیاد نامی سڑک پر ہوٹل فندق شہداء کے سامنے ایک بلند بارہ منزلہ عمارت میں تھا۔ اس پر عمارت کے نام کے علاوہ ایک بورڈ نصب کر دیا تھا جس پر درج تھا ''پاکستان ہاؤس سیکٹر نمبرا''۔ یہاں حجاج کو چھوٹے گروپوں میں تقسیم کر کے ہر منزل میں کمرے اور بستر الاٹ کر دیئے گئے۔ سعودی سسٹم کے تحت یہ متعلقہ معلم کے زیر انتظام مکتب نمبر۴ تھا۔ یہاں جس گروپ نے قیام کیا اس میں کوئٹہ، اسلام آباد، راولپنڈی، حیدر آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان سے حکومت کے نامزدگانِ حج شامل تھے جبکہ پشاور سے راقم الحروف اخبار نویس برادری کا واحد فرد تھا جو وزیر اعظم کے کوٹہ سے ہونے کے باعث ان میں شامل تھا۔ دیگر پاکستانی صحافی یکجا محلہ اجیاد السید میں واقع پاکستان ہاؤس میں مقیم تھے۔ ویسے اس سال صوبہ سرحد سے پشاور کے جن صحافیوں کو فریضہ حج کی سعادت نصیب ہوئی ان میں مجھ عاجز کے علاوہ روزنامہ ''آج'' پشاور کے فوٹو گرافر مقصود احمد، جیوٹی وی کے نمائندے ناصر الدین مہمند اور روزنامہ ''نیشن'' کے شمیم شاہد شامل تھے۔

مکہ مکرمہ میں مجھے ڈیرہ اسماعیل خان کے دس بارہ حجاج کرام کے گروپ کے ساتھ جن میں وہاں کے ایک قاری حافظ اور دو مقامی مفتی عالم بھی شامل تھے بارہویں منزل کے ایک کمرہ میں چار دوسرے حجاج کے ساتھ رہائش ملی۔ ہم سب کے ائیر ٹکٹ اور یہاں کی رہائش حکومت کی طرف سے بلا معاوضہ مہیا کی گئی تھی اور ہم سب لوگوں کی طرح اسلام آباد ہی سے احرام کی حالت میں یہاں پہنچے تھے۔

گروپ کے عالم حضرات نے مشورہ دیا کہ رات کو مکمل آرام کرنے کے بعد صبح حرم پاک میں نمازِ تہجد اور فجر سے فارغ ہو کر پورے اطمینان کے ساتھ عمرہ ادا کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اگلی صبح نمازِ فجر کے بعد سب نے عمرہ ادا کیا تو احرام کھولے گئے اس کے بعد نفلی طواف اور رکنِ یمانی پر دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ البتہ ایک دو روز کے آرام کے بعد میں نے ایک اور عمرہ اپنی اہلیہ کی طرف سے ادا کیا جو اس مرتبہ ساتھ نہیں تھیں۔ اس سے پہلے ہر مرتبہ جب بھی یہاں کی حاضری کی سعادت ملی اکٹھے ہی حاضر ہوتے رہے تھے۔

حجاج کرام کے گروپ کے ساتھ وزارتِ حج حکومت پاکستان کے ایک باریش اسٹنٹ ڈائریکٹر مشاہد حسین جو ماشاء اللہ پہلے ہی سے حج کئے ہوئے تھے اور دو سیکشن افسر غلام مصطفیٰ اور معتصم باللہ بھی آئے ہوئے تھے جنہیں اپنے سرکاری فرائض کے ساتھ حج ادا کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ ایک دو اور افراد جو بظاہر کسی محکمہ کے سرکاری اہلکار دکھائی دیتے تھے اپنے اہلِ خانہ سمیت اس گروپ میں اپنے آپ کو شامل کروا کے ساتھ آ گئے تھے۔

جس روز ہم مکہ مکرمہ پہنچے یہ ذوالحجہ کی ۲ تاریخ تھا۔ آغازِ حج کو صرف چھ روز باقی تھے اس لئے دنیا بھر کے تمام ملکوں سے حجاج پہنچ چکے تھے۔ نمازوں اور طواف کے دوران رات دن حرم شریف کھچا کھچ بھرا ہوا ہوتا۔ نمازوں کیلئے تو مسجد الحرام کے تہہ خانوں کے علاوہ وسطی منزل اور آخری چھت تک پر نماز کیلئے جگہ ملنا آسان نہ تھا۔ حرم پاک سے خاص کر کسی بھی نماز کیلئے جب اذان کی روح پرور آواز وادی مکہ کی پُر عظمت و جلال فضاؤں میں بلند ہونا شروع ہو جاتی تو چشم فلک کے سامنے صاف یہ منظر درپیش ہوتا کہ کعبۃ اللہ سے لے کر صحن حرم اور ابواب حرم پاک سے باہر کے ہر طرف سنگ مرمر کے فرش پر یہاں تک کہ تمام قریبی سڑکوں اور راستوں پر بھی خدائے واحد و جبروت کی مخلوق صدائے موذن پر گوش بر آواز اس انتظار کی حالت میں دکھائی دیتی کہ کب اذان پوری ہو اور وہ نماز ادا کرنے کیلئے فوراً وہیں کھڑے ہو جائیں۔

اس مرتبہ ایامِ حج کے دوران یہ خاص اہتمام کیا گیا تھا کہ بابِ عبدالعزیز اور بابِ فہد کی طرف جانے والے بیرونی احاطہ کے راستوں پر پلاسٹک کی جالیوں کے فرش اوقاتِ نماز کے موقع پر بچھا دیئے جاتے تا کہ لوگ ان پر سے ہوتے ہوئے گزر کر حرم شریف کو جا سکیں۔ اس کے علاوہ لاؤڈ سپیکر پر بھی اردو، پشتو، فارسی میں نمازیوں کیلئے اعلان کئے جاتے رہے کہ وہ نماز کیلئے ان روشوں پر بیٹھ کر دوسرے آنے والوں کیلئے راستہ بند نہ کریں۔

نماز کے علاوہ طواف کی صورتحال یہ تھی کہ طواف کے ہر پھیر میں رکنِ یمانی پر پہنچ کر حجر اسود کے سیاہ فرشی نشان تک پہنچنے سے پہلے اس قدر ہجوم بڑھ جاتا کہ بہت آہستہ آہستہ صرف قدم قدم ہی چلا جا سکتا

تھا۔ آگے حجر اسود کا استلام بمشکل اشارہ سے ادا کرنے کے بعد بابِ کعبہ اور مقامِ ابراہیم کے درمیانی راستہ پر رش کی یہی حالت رہتی۔ البتہ حطیم کی دیوار کی طرف سے گزرتے ہوئے آگے رکنِ یمانی کے آغاز تک راستہ کشادہ ہو جاتا تھا اور تیز قدموں کے ساتھ چلا جا سکتا تھا۔

طواف کے دوران ویسے بھی ایک طرح کی از خود رفتگی کی کیفیت ہوتی ہے اس پر رش کی ایسی حالت اس دوران مجھے پھیروں کی تعداد میں خفیف سا شک ہوا تو بے محابا یاد پڑا کہ گزشتہ ایام میں جب طواف کے دوران اہلیہ کو اور مجھے اس طرح طواف یا سعی صفا و مروہ کے دوران پھیروں کی تعداد میں اشتباہ ہوا کرتا تو ہم اس بارے میں ایک دوسرے سے تصدیق کر لیا کرتے تھے۔ ویسے اس مرتبہ تنہا حج پر آنے سے مجھے ایک طرح کی بے فکری بھی حاصل رہی جس کی وجہ سے عبادت میں یکسوئی کے ساتھ شرکت کرنا ممکن تھا۔

ایک روز نفلی طواف کے دوران غالباً تیسرے یا چوتھے پھیرے کے آغاز میں حجر اسود کے استلام کا خیال نہ رہا تو رش کے ریلے میں آگے بڑھ گیا پھر اچانک خیال آیا تو جہاں پہنچ چکا تھا وہیں سے ذرا مڑ کر اشارہ سے استلام کی شرط پوری کر لی۔ بعد میں اپنے گروپ کے مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ اس سے طواف میں تو کوئی سقم نہیں رہ گیا ہوگا تو انہوں نے اطمینان دلا کر میرے شک کو رفع کر دیا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جو سرکاری عملہ ہمارے گروپ کے ساتھ مل کر حج ادا کرنے والا تھا منیٰ روانگی کے موقع پر اسے پاکستان ہاؤس کی طرف سے اوڑھنے والی چادر کا احرام ایسا فراہم کیا گیا جس پر سبز پٹی کا نشان تھا۔ یہ اس امتیاز کیلئے تھا جس سے ظاہر ہو کہ یہ عملہ کے افراد ہیں۔ منیٰ روانگی سے پیشتر قیام گاہ پر ایک تربیتی سیشن کا اہتمام کیا گیا اور اردو میں طبع شدہ ایک دو ورقہ بھی تقسیم کیا گیا جس میں ایامِ حج کے دوران روزانہ عمل میں لائی جانے والی لازمی سرگرمیوں کا نقشہ اور دیگر عام معلومات دی گئی تھیں۔ منیٰ میں قیام کیلئے ہمارے مکتب نمبر ۲۴ کے گروپ کیلئے معلم نے جن خیموں کا انتظام کیا ان کے الاٹمنٹ نمبر ہر حاجی کو کارڈ کی صورت میں دے دیئے گئے تھے مگر وہاں اس نظم و ترتیب کو ملحوظ نہ رکھا گیا۔ ایک پورا خیمہ عملہ کے افراد نے لے لیا۔ دوسرا خیمہ خواتین کیلئے مخصوص کر دیا گیا اور باقی خیموں میں قیام کیلئے حجاج کو مشکلات درپیش رہیں۔ ویسے

اس مرتبہ میدانِ عرفات میں پانی کی فراہمی کا انتظام اچھا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے خیمہ میں پینے کیلئے یخ شدہ آب زمزم دستیاب تھا اور باہر وضو کیلئے منیٰ کی طرح پختہ وضو خانے بھی بنے ہوئے تھے جبکہ چند سال پیشتر یہاں باؤزر گاڑیوں کے ذریعہ پانی پہنچایا جایا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اب وہ پودے اور درخت بھی کافی بڑے ہو چکے تھے اور خوشنما منظر پیش کرتے تھے جو کئی سال پہلے یہاں لگائے گئے تھے۔

عرفات سے واپسی پر سواری ملنا کوئی آسان مرحلہ نہ تھا۔ جو لوگ منیٰ سے پیدل عرفات پہنچے تھے وہ تو اسی طرح پیدل روانہ ہو گئے مگر بسوں ویگنوں اور ہر قسم کی دوسری گاڑیوں پر حجاجِ کرام کے بے پناہ رش نے دھاوا بول دیا، جن کو اندر جگہ نہ ملی وہ چھتوں پر چڑھ گئے۔ ہمارے گروپ کے افراد ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ میں اور دوسرے ساتھی سامان سمیت ایک بس کی چھت پر سوار ہو کر مزدلفہ پہنچے۔ اگلی صبح مزدلفہ سے منیٰ واپسی پر بھی ٹرانسپورٹ کا یہی حال تھا۔ دس ریال کرایہ پر ایک ویگن کی چھت پر ہی جگہ مل سکی۔ منیٰ پہنچ کر اس ویگن نے ایسی جگہ اتار دیا جو ہمارے کیمپ سے کافی دور تھی۔ کافی تلاش اور جگہ جگہ پوچھنے کے بعد اپنے مکتب نمبر ۴۲ تک پہنچنا ہوا تو قدرے آرام اور ناشتہ کے بعد بڑے شیطان پر سنگباری کیلئے جانا ہوا کیونکہ زوال سے پہلے پہلے اس کام سے فارغ ہو کر قربانی اور پھر سر منڈانے کے بعد ہی حج کا احرام کھولا جا سکتا ہے۔

یہ اوقات بہت تیزی سے گزرتے ہیں اور ہر کسی کو جلدی ہوتی ہے کہ ہر کام شرعی حکم کے مطابق بروقت ادا ہو سکے۔ اسلئے پوری دنیا سے آئے ہوئے حجاج کا ٹارگٹ اس وقت یہی ہوتا ہے کہ بڑے شیطان پر مزدلفہ سے لائے ہوئے سنگریزے برسانے کا عمل جلد سے جلد پورا کر لیا جائے اس طرح رش اور غیظ و غضب کے جوش میں ہر سال اکثر حجاج کے پاؤں تلے روندے جانے سے اموات واقع ہو جاتی ہیں۔

اس سال بھی یہ ناخوشگوار حادثہ پیش آیا اور مختلف ممالک کے حجاج کے ساتھ کچھ پاکستانی حجاج بھی اس کا شکار ہوئے۔ اگلے روز تینوں شیطانوں پر سنگ باری زوال کے بعد کرنی ہوتی ہے اس لئے حج کا آخری لازمی رکن طواف ادا کرنے کیلئے منیٰ سے مکہ پہنچ کر فجر کی نماز حرم شریف میں ادا کی اور وہاں طواف اور سعی کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر فون پر پشاور اپنے گھر میں حج بخیریت ادا ہونے کی اطلاع کر دی اور

ظہر سے پہلے واپس منیٰ پہنچا کیونکہ ابھی دو دن اور وہاں قیام کرنا تھا۔

حج بفضل خدا اتمام ہوا تو سب لوگ واپس رہائش گاہ پہنچے۔ شکر خدا کہ ہمارے گروپ کے کسی بھی فرد کو گمشدگی یا حادثہ سے دوچار نہیں ہونا پڑا تھا اور اب اس کا انتظار کیا جانے لگا کہ مدینہ منورہ کو روانگی کب ہوتی ہے۔ اطلاع یہ تھی کہ پاکستان کو واپسی مدینہ پاک سے ہی ہوگی اور یہ کہ قیام کی مدت بوجوہ چالیس یوم سے کم کر کے ایک ماہ کی جا چکی ہے اس طرح واپسی ۴ مارچ کو نہیں بلکہ ۲۲ فروری کو ہوگی۔

منتظمین نے جو پروگرام طے کیا اس کے مطابق جمعرات کے روز نمازِ عشاء کے بعد دو بسوں میں ہمارے قافلہ نے مدینہ طیبہ روانہ ہونا تھا۔ اس لئے حرم شریف میں نمازِ عصر کے بعد طوافِ وداع کر لیا۔ اس وقت دل میں جہاں یہ کسک تھی کہ اب اللہ تعالیٰ کے گھر کے یہاں سے جدا ہونا ہے تو دوسری طرف دل ان جذبات سے بھی معمور تھا کہ اب دربارِ رسول اکرم ﷺ میں باریابی کی سعادت ملنے کو ہے جس کی تڑپ یہاں کھینچ کر لائی تھی۔

رات بھر کے سفر کے بعد ہماری بسیں صبح مدینہ پاک سے چند کلومیٹر باہر مواقف سیارات کے اڈہ پر پہنچیں جہاں پاسپورٹوں کی چیکنگ اور ضابطہ کی کاروائی مکمل ہونے میں دو اڑھائی گھنٹے لگ گئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور ہر کسی کی خواہش تھی کہ رہائش گاہ جلد پہنچا جائے۔ حسبِ معمول ہر کسی کو نئے معلم کا کارڈ مل گیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ قیام "دارالحرمین" میں ہوگا۔

یہ بارہ منزلہ عمارت مسجدِ نبوی کے قریب ہی تھی جہاں سے اس کے بلند مینار صاف نظر آتے تھے۔ وہاں پہنچ کر جلدی جلدی وضو بنا کر حرم شریف میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کیلئے بمشکل پہنچ سکے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ نماز باجماعت ادا کی۔ روضہ رسول کریم ﷺ پر حاضری میں نے حسبِ عادت اگلے روز تک کیلئے موخر کر لی تا کہ سفر کے گرد و غبار سے غسل کر کے اور صاف ستھرے کپڑے بدل کر اور خوشبو لگا کر پورے اطمینان کے ساتھ سلام و صلوٰۃ کیلئے دربارِ قدس و اقدس میں حاضر ہوا جا سکے۔

باب حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے سبکسار و شرمسار حالت میں سر جھکائے آہستہ چھوٹے محتاط قدموں سے خوفِ ادب کی لرزیدہ حالت میں حرمِ مطہر و اطہر میں آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہ وہ مقام ہے

کہ جہاں آپ اپنی عام عادتِ رفتار اور چال سے چلتے ہوئے قدم نہیں رکھ سکتے۔ کسی عاشق شوریدہ سر نے شاید اسی لئے اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا

لے سانس بھی آہستہ کہ دربارِ نبی ہے

حرمِ مکہ میں بیشک آپ اونچی آواز میں کسی سے بات کرلیں، دوسروں کا راستہ کاٹتے ہوئے آگے بڑھ جائیں مگر یہاں اس کی اجازت نہیں

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کیونکہ

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

شہنشاہِ دوعالم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوکر التجا وزاری کی حالت میں اپنی طرف سے ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کے علاوہ اپنے مرحوم مرشد گرامی، اپنے برادرانِ طریقت، بیٹے نعیم، جناب طاہر محمود و عمران اور دوسرے ان تمام کرمفرماؤں کی طرف سے جنہوں نے اس کی فرمائش کررکھی تھی خدمتِ عالی و اقدس میں سلام پیش کیا۔ پھر اس کے بعد مختلف اوقات میں روزانہ حاضری ہوتی رہی۔ مکہ مکرمہ میں یہ کوشش رہی کہ نماز کیلئے ایسی جگہ ملے جہاں کعبۃ اللہ سامنے دکھائی دے رہا ہو تو مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز کیلئے ایسی جگہ کی تلاش رہتی کہ جہاں بیٹھے یا تلاوت کرتے ہوئے گنبدِ خضریٰ صاف سامنے دل ونگاہ میں سموتے ہوئے نظر آتا رہے۔

یہاں خصوصیت سے یہ دیکھنے میں آیا کہ جس طرح مکہ معظمہ میں کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوتا کہ بیت اللہ کا طواف نہ ہو رہا ہو روضہ اطہر پر بھی دن بھر ہمہ وقت ہمیشہ رش کا سماں ہی دیکھنے میں آیا۔ جب دیکھو شمعِ رسالت کے پروانے ہجوم کررہے ہوتے۔ اس سال ترکی اور انڈونیشیا کے حجاج کی تعداد زیادہ نہیں تھی مگر پاکستان اور خصوصاً ایران سے بہت زیادہ اور افغانستان سے بھی براہ راست آریانہ ایئر لائن کے ذریعہ خاصی تعداد میں حجاج کرام کے گروپ آئے ہوئے تھے۔ حرمِ مکہ میں ایک نماز کے بعد دو عرب حاجیوں سے ملاقات ہوئی، ان سے یہ سن کر حیران رہ گیا اور انہیں گلے سے لگالیا کہ (باقی صفحہ آخر پر)

گزشتہ سے پیوستہ

ارشاداتِ غوثُ الصمدانی
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مرتب: سید کامران شاہ بخاری (وڈپگہ)

دیدارِ الٰہی

دیدارِ باری جس نے خدا کے چاہنے والے کو دیکھا اس نے سب کچھ دیکھ لیا۔ جس کسی نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا وہ اپنے باطن سے خدا کے حضور میں پہنچ گیا۔ ہمارا پروردگار موجود ہے۔ دیکھا جا سکتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جس طرح چاند سورج کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں کشمکش نہ ہوگی" آج اس کو دل کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، کل قیامت میں ان ظاہری آنکھوں سے نظر آئے گا۔ وہ بے مثل ہے، سب کی سننے والا، سب کو دیکھنے والا ہے۔ اس کے چاہنے والے اسی سے راضی وخوش رہتے ہیں غیر سے نہیں، اس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتے۔ فقر کی تلخی ان کیلئے شہد ہے۔ دنیا کی فقیری پر خوش اور اس کی لذت سے آشنا ہیں۔ فقیری میں امیری، بیماری میں راحت، وحشت میں انس، لوگوں کی دوری میں قربت اور مشقت میں آرام پاتے ہیں۔ صبر و رضا والو اور نفس وخواہش کو مٹانے والو! تمہارے لئے بشارت ہے۔

اظہارِ حیرت اور لاعلمی لوگو! خدا تعالیٰ کی موافقت کرو اور اپنے اور دوسروں کے معاملہ میں اس کے تصرفات پر راضی رہو، اس ذات کے مقابلہ میں جو تم سے زیادہ دانا ہے اپنا علم و عقل نہ بگھارو۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے "اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اپنی عقل و علم کو بالائے طاق رکھ کر اس کے سامنے مفلس بن کر حاضر ہوتا کہ اس کا علم حاصل کر سکو۔ حیرت ظاہر کرو، اس میں اپنی اٹکل نہ دوڑاؤ تا کہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ پہلے حیرت ہے، پھر علم، اس کے بعد معلومات۔ پہلے قصد پھر مقصود کا ملنا، پھر ارادہ پھر مراد کو پہنچنا۔ سنو اور عمل کرو۔ میں تمہاری رسیوں میں بل دے کر مضبوط کرتا ہوں، تمہاری نرم رسیوں کو بٹتا اور ٹوٹی ہوئی کو جوڑتا ہوں۔ مجھے صرف تمہارا فکر اور تمہارا غم ہے اور کوئی فکر و غم نہیں۔ میں تو ایک پرند ہوں جہاں اترا وہیں دانہ چگ لیا۔ فکر تو تمہارے لئے ہے اے بے کار پتھرو! بوجھ کے نیچے دبے ہوئے اور نفس و خواہشات کے گرفتارو (تم کیا کرو گے؟) اے اللہ ہم پر اور ان پر رحم فرما۔

تکبر و شرک

اولیاء اللہ کا کام اللہ والوں کا کام سخاوت اور مخلوق کی راحت کا سامان مہیا کرنا ہے۔ وہ لوٹتے اور لٹاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم لوٹتے ہیں اور پریشان حال فقیروں، مسکینوں پر لٹاتے ہیں۔ لاچار قرض داروں کا قرض ادا کرتے ہیں۔ بادشاہ وہ ہیں، دنیا کے بادشاہ بادشاہ نہیں ہیں کیونکہ وہ صرف لوٹتے ہیں لٹاتے نہیں۔ اللہ والے موجودہ چیز کو قربان کرتے ہیں اور جو نہیں ہے اس کا انتظار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لیتے ہیں اور مخلوق سے نہیں لیتے۔ ہاتھ کی کمائی لوگوں کیلئے ہے اور دل کی کمائی اپنے لئے۔ خدا کی رضا کیلئے خرچ کرتے ہیں، اپنی غرض، خواہش اور نفس کیلئے نہیں کرتے۔ مدح و ستائش کیلئے نہیں کرتے۔

تکبر نہ کرو اللہ تعالیٰ اور خلق سے تکبر کرنا چھوڑ دے۔ یہ ان متکبروں کی عادت ہے جن کو اللہ تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ تیرا خدا سے ناراض ہونا تکبر ہی تو ہے۔ جب مؤذن اذان دے اور تو نماز کیلئے نہ اٹھے تو یہ بھی خدا سے تکبر ہے۔ جب تو نے مخلوقِ خدا میں سے کسی پر ظلم کیا تو بھی تکبر کیا۔ اللہ

تعالیٰ سے توبہ کر اور خلوص سے کر۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی سب سے کمزور مخلوق کے ذریعہ تجھے ہلاک کر دے جیسے نمرود وغیرہ بادشاہوں کو غرور کے باعث ہلاک کر دیا عزت کے بعد ان کو ذلت دی اور دولت کے بعد مفلسی، عیش وعشرت کے بعد سزا دی اور زندگی بخشنے کے بعد مردہ بنا دیا۔

شرک سے پرہیز ظاہری و باطنی دونوں شرک سے بچو۔ ظاہری شرک بت پرستی اور باطنی غیر خدا پر بھروسہ کرنا اور نفع ونقصان میں ان پر نظر رکھنا ہے۔ آدمیوں ہی میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں دنیا ہوتی ہے لیکن وہ اس سے محبت نہیں کرتے۔ وہ دنیا کے مالک ہوتے ہیں دنیا ان کی مالک نہیں ہوتی۔ وہ انہیں چاہتی ہے لیکن وہ لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ دنیا ان کے پیچھے دوڑتی اور وہ دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتے۔ وہ ان کی خدمت میں لگی رہتی ہے، یہ اس کی خدمت نہیں کرتے۔ وہ دنیا کو دور کرتے ہیں دنیا ان کو نہیں چھوڑتی۔ ان کا دل اللہ تعالیٰ کے لائق بن گیا، دنیا ان کو بگاڑ نہیں سکتی۔ اس لیے وہ اس میں تصرف کرتے ہیں، دنیا ان میں تصرف نہیں کر سکتی۔ اسی لئے جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''نیک لوگوں کیلئے مالِ حلال کیا نعمت ہے'' یا فرمایا ''دنیا میں کوئی خیر نہیں مگر اس کیلئے جس نے یوں کیا اور یوں کیا'' دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ جس نے دونوں ہاتھ سے نیک کاموں اور رفاہِ عام کیلئے خرچ کیا۔ دنیا کو مخلوق کی نفع رسانی کیلئے ہاتھ میں تو رکھو اور دل سے نکال دو۔ پھر قطعی تم کو نقصان نہ پہنچائے گی اور اس کا عیش اور اس کی زینت تم کو مغرور نہ ہونے دے گی۔ عنقریب تم اور تمہارے بعد وہ بھی کوچ کر جائے گی۔

خودرائی کا عیب عزیز من! خودرائی کے باعث مجھ سے بے پرواہ نہ ہو ورنہ گمراہ ہو جائے گا۔ جس نے بھی اپنی رائے کو کافی سمجھ کر بے نیازی اختیار کی وہ گمراہ ہو کر ذلیل ہوا اور ٹھوکر کھائی اگر تو خودرائی کے باعث بے پرواہ ہو گا تو ہدایت اور حفاظت سے محروم ہو جائے گا کیونکہ تو نے نہ تو اس کو چاہا نہ اس کو ذریعہ اختیار کیا۔ تو کہتا ہے مجھے علماء کے علم کی ضرورت نہیں اور عالم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن (اگر تیرا دعویٰ سچا ہے تو بتا کہ تیرا) عمل کہاں ہے؟ اس دعویٰ کا اثر اور اس کا ثبوت کہاں ہے؟ علم کے دعویٰ کی

حقیقت تو عمل اور اخلاص اور مصیبت میں صبر سے معلوم ہوگی اور اس بات سے ظاہر ہوگی کہ تیری حالت نہ بدلے۔ نہ تو گھبرائے اور نہ مخلوق سے شکوہ وشکایت کرے۔

اپنی سمجھ تو اندھا ہے پھر بینائی کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟ تیری سمجھ بیمار ہے، اس پر سمجھ کا دعویٰ کیسا؟ اپنے جھوٹے دعویٰ پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور غیروں کو چھوڑ کر اسی کو مضبوط تھام لے۔ سب سے منہ موڑ کر سب کو پیدا کرنے والے کی تلاش کر۔ کوئی ٹوٹے یا جڑے، بنے یا بگڑے تجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ تجھ پر تو صرف اپنے نفس کی اصلاح ہے کہ وہ مطمئن ہو اور اپنے پروردگار کو پہچانے۔ اس کے بعد دوسروں کی جانب توجہ کر۔ حق تعالیٰ کے مقصود (یعنی عبادت) کی راہ اختیار کر۔ دنیا و آخرت میں اس کی ہم نشینی طلب کر۔ تقویٰ، تنہائی اور ماسوا سے یکسوئی کو ضروری جان۔ ہمیشہ اسی میں محو رہ، حکم و نہی کے سوا کسی وقت بھی اپنے نفس کو (اس استغراق سے) ہوشیار نہ کر کیونکہ اسی نے تجھ کو اس حالت میں قائم رکھا ہے۔

کامیاب کون اے مردو اور اے عورتو! تم میں سے جس کے پاس ذرہ برابر اخلاص، ذرہ برابر تقویٰ اور ذرہ برابر بھی صبر وشکر ہو اس کو فلاح نصیب ہوئی (مگر افسوس کہ اس بارے میں) میں تم کو مفلس قلاش دیکھتا ہوں۔

علم غیب

توبہ و بیعت اے غرور کرنے والو! افسوس تمہاری عبادتیں زمین کے اندر نہیں جاتیں بلکہ آسمان پر چڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نیک باتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف چڑھتی ہیں اور نیک عمل کو وہ اوپر چڑھا لیتا ہے۔" ہمارا پروردگار عرش پر قائم اور ملک پر حاوی ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ قرآن پاک میں اسی مضمون کی سات آیتیں ہیں۔ تیری جہالت اور غرور کی وجہ سے میں ان کو مٹا نہیں سکتا۔ تو اپنی تلوار سے مجھے ڈراتا ہے، میں اس سے نہیں ڈرتا۔ تو مجھے مال کی ترغیب دیتا ہے، مجھ کو رغبت نہیں۔ میں

خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا، اسی کی پرستش کرتا ہوں اور اسی کیلئے عمل کرتا ہوں، کسی غیر کیلئے نہیں کرتا۔ میری روزی اسی کے پاس اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سب اسی کے ہیں غلام خود اور اس کی ملکیت سب مالک کی ہے۔

عالم غیب صرف خدا ہے یہ سب ہمارے نبی محمد ﷺ کی برکت ہے ”خدا تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے پسند فرمائے۔“ غیب خدا ہی کے پاس ہے اس کے قریب آ تا کہ اس کو اور اس کے پاس کی چیز غیب کو بھی دیکھ سکے۔ اپنے کنبے، مال شہر اور اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ دے اور ان کو اپنے دل سے نکال دے سب کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کے در پر چل۔ اس کے در پر پہنچ کر اس کے غلاموں اور ملک اور سلطنت میں مشغول نہ ہو۔ اگر تیرے سامنے خوان لائیں تو نہ کھا، اگر کسی کمرے میں ٹھہرائیں تو نہ ٹھہر، اگر تجھ کو زوجہ دیں تو قبول نہ کر۔ ان میں سے کوئی چیز نہ لے جب تک تو انہی کپڑوں، سفر کے غبار اور بکھرے بالوں کے ساتھ اس کے ملاقات نہ کر لے۔ وہی تیرے کپڑے بدلے، کھلائے پلائے، وحشت میں مونس ہو، تکان میں راحت بخشنے والا، کشادگی دینے والا، خوف میں امن دینے والا ہو۔ اس کا قرب تیری توانگری ہو اور اس کا دیدار سامانِ زندگی۔ مخلوق کو سرپرست سمجھنے کے اور کیا معنی ہیں؟ ان سے ڈرنا اور امید رکھنا ان سے سکون پانا اور ان پر بھروسہ کرنا ہی تو مخلوق کو سرپرست سمجھنا ہے۔

آخرت

آخرت کا سکہ یہ دنیا ایک بازار ہے، کچھ دیر بعد اس میں کوئی نہ رہے گا۔ رات ہونے پر سب بازار والے چلے جائیں گے۔ کوشش کر کے اس بازار میں صرف انہیں چیزوں کو خرید و فروخت کرو جو کل قیامت کے بازار میں نفع بخشیں کیونکہ پرکھنے والا بڑا ماہر ہے۔ خدا تعالیٰ کی توحید اور عمل میں اخلاص ہی کا

سکے وہاں چلنے والا ہے اور وہی تمہارے پاس کم ہے۔

عقلمندی کیا ہے لڑکے! سمجھ سے کام لے، جلدی نہ کر، جلدی کرنے سے تجھے کچھ نہ ملے گا۔ تیرے جلدی مچانے سے نہ شام ہی جلد ہوگی نہ صبح۔ پھر صبر کے ساتھ تو اپنے کام میں کیوں نہ مشغول رہے کہ سورج غروب ہو جائے اور تو اپنی مراد پائے۔ خدا اور اس کی مخلوق کے ساتھ ادب سے پیش آ۔ مخلوق پر ظلم نہ کر اور نہ اس سے وہ چیز مانگ جو تیری قسمت میں نہیں ہے۔ جب تک وکیل کو وکالت نامہ نہ ملے وہ گفتگو کرنے کا مجاز نہیں۔ اجازت کے بعد انعام ملے گا۔ سند سے پہلے تجھے ایک ذرہ نہیں مل سکتا۔ خدا تعالیٰ کی اجازت، فرمان اور ان کے دلوں میں القا کے بغیر وہ لوگ تجھے نہ ایک ذرہ دے سکتے ہیں نہ اشرفیوں کی تھیلی، نہ سمندر نہ قطرہ۔ عقل مند بن اور عقل مندی یہ ہے کہ تو خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی جگہ پر جمارہے کیونکہ روزی قسمت میں لکھی جا چکی ہے اور اسی کے اختیار میں ہے۔

سوال کی مذمت افسوس! کل قیامت میں کیا منہ لے کر اس کے سامنے جائے گا جب کہ آج دنیا میں اس سے جھگڑا کرتا ہے اور اس سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ اور ان کو شریک سمجھے ہوئے ہے۔ اپنی حاجتیں ان سے کہتا اور اہم کاموں میں انہی پر بھروسہ کرتا ہے۔ مخلوق سے حاجت بیان کرنا اکثر بھیک مانگنے والوں کیلئے عذاب ہے کیونکہ وہ محض اپنے گناہوں کی وجہ سے بھیک مانگنے نکلتے ہیں۔ ایسے بہت کم سائل ہیں جن کو بھیک مانگنا بلا کراہت درست ہو۔ جب تو نے سوال کیا اور مبتلائے عذاب ہوا تو اس کی بخشش سے محروم رہے گا۔

عزیزم! میرے نزدیک ضعف کی حالت میں تیرے لئے بہتر ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگے اور نہ تیرے پاس کوئی چیز باقی رہے۔ کسی سے تیری جان پہچان نہ ہو، نہ تو کسی سے ملے، نہ کوئی تجھ سے ملنے آئے۔ اگر ممکن ہو تو دوسروں کو دے خود ان سے نہ لے۔ دوسروں کی خدمت کر ان سے اپنی خدمت نہ لے۔ اللہ والوں نے اسی کیلئے اسی کے ساتھ کام کئے تو اس نے اپنے عجائبات دنیا اور آخرت میں ان کو دکھا دیئے۔ اپنی شفقت اور کارسازی ان کو دکھا دی۔

عزیزم! اگر تیرے پاس اسلام نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ ایمان نہیں تو یقین نہیں اور جب یقین نہ ہوگا تو علم و معرفت بھی تجھ کو حاصل نہ ہوگا۔ یہ طبقے اور درجے ہیں۔ جب تیرا اسلام درست ہوگا تو فرماں برداری صحیح ہوگی۔ ہر حال میں حدودِ شریعہ کی حفاظت اور پابندی کے ساتھ سب کاموں کو خدا کے سپرد کرنے والا بن۔ اپنے پرائے کام اسی کے حوالہ کر۔ اسکے اور اس کی خلقت کے ساتھ ادب سے پیش آ۔

ظلم تاریکی ہے اپنے اوپر ظلم کر نہ دوسرے پر کیونکہ ظلم دنیا و آخرت کی تاریکی ہے۔ ظلم دل کو تاریک، چہرہ اور نامۂ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے۔ نہ تو ظلم کر نہ ظالم کی مدد کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''قیامت کے دن آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظلم کرنے والے کہاں ہیں، ظالموں کے مددگار کہاں ہیں؟ وہ کہاں ہے جس نے ظالموں کا قلم بنایا؟ وہ کہاں ہے جس نے ان کیلئے سیاہی بنائی؟ ان سب کو جمع کر کے آگ کے تابوت میں رکھ دو۔''

مخلوق سے دور بھاگ اور کوشش کر کہ تو ظالم مظلوم کچھ بھی نہ بنے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو مظلوم بن ظالم نہ بن، مغلوب ہو غالب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد مظلوم کیلئے ہے خصوصاً جبکہ مخلوق میں اس کا کوئی مددگار نہ ہو۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''جب کسی شخص پر ظلم کیا جائے اور حق تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہ ہو تو وہ فرماتا ہے کہ میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ تاخیر سے ہو۔''

صبر کرنا نصرت، رفعت اور عزت کا باعث ہے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے صابر رہنے کا سوال کرتے ہیں اور تقویٰ، کفایت اور سب سے فارغ البالی چاہتے ہیں اور تیرے ساتھ مشغول رہنا اور اپنے اور تیرے درمیان پردہ اٹھ جانے کا سوال کرتے ہیں۔ لوگو! اپنے اور اس کے درمیان واسطہ کو ہٹا دو کیونکہ ان واسطوں کے ساتھ چمٹے رہنا محض ہوس ہے۔ حکومت و سلطنت، دولت و عزت صرف خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اے منافق! یہ ریا و نفاق کب تک؟ جس کیلئے تو نفاق کرتا ہے اس سے تجھے کیا ملے گا؟ افسوس! تجھے خدا تعالیٰ سے شرم نہیں آتی اور اس سے عنقریب ملنے کا یقین نہیں۔ بظاہر تو اس کی اطاعت کرتا ہے لیکن حقیقت میں غیر کیلئے ہے تو اس کو دھوکا دیتا ہے اور مفید سمجھتا ہے کہ وہ تیرے ساتھ بردباری کا برتاؤ کرتا

ہے، باز آ۔ اپنے معاملے کی تلافی کر اور نیت ٹھیک کر لے۔ کوشش کر کہ تو کوئی نوالہ نہ کھائے، کوئی قدم نہ اٹھائے اور کوئی عمل نہ کرے جب تک تیری نیک نیت صرف خدا کیلئے نہ ہو۔ جب اچھی طرح تجھ میں یہ بات پیدا ہو جائے گی پھر جو عمل کرے گا اسی کیلئے ہوگا کسی اور کیلئے نہ ہوگا۔ کلفت دور ہو جائے گی اور یہ نیت طبیعت بن جائے گی۔ جب بندہ حق تعالیٰ کا سچا بندہ بن جاتا ہے تو کسی کام میں بھی تکلف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ وہ سرپرست بن جاتا ہے اور جب وہ کارسازی فرماتا ہے تو بے نیاز کر دیتا ہے اور مخلوق سے چھپا دیتا ہے کہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں رہتا۔

غرض کہ مشقت اس وقت تک محسوس ہوتی ہے جب تک تو قصد اور ارادہ کرتا اور اس راہِ طریقت میں چلتا ہے اور جب مسافتِ سفر طے کر کے تو پہنچ گیا تو قربِ خداوندی کی منزل آ گئی۔ تکلف جاتا رہے گا اور تیرے قلب کو اس سے انسیت ہو جائے گی اور وہ بڑھتی رہے گی یہاں تک کہ اس کو چاروں طرف سے گھیر لے گی۔ پہلے انس چھوٹا ہوگا پھر بڑھ جائے گا۔ جب بڑا ہوگا تو قلب اللہ تعالیٰ (کے نور) سے بھر جائے گا اور کسی دوسرے کے پہنچنے کا راستہ نہ رہے گا اور نہ اس میں کوئی گوشہ خالی ہوگا۔ اس کے احکام بجالانے اور منع کی ہوئی باتوں سے باز آنے میں لگا رہ اور بھلائی، برائی، تونگری اور افلاس، عزت وذلت اور تمام خواہشات پوری ہونے یا نہ ہونے کو اسی کے حوالے کر۔ اسی کیلئے عمل کر اور کسی قسم کی اجرت کا خیال دل میں نہ لا۔ عمل کر لیکن مقصود کام لینے والے کی خوشنودی اور اس کا قرب ہو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور دنیا وآخرت میں اس کا تقرب ہی اجرت ہو۔ دنیا میں دل سے قرب ہو اور آخرت میں جسم کیلئے قربت ہو۔ کام بغیر لالچ کے کر، اپنے کام کو نہ دیکھ۔ تیرے اعضاء کام کریں اور دل کام لینے والے کے پاس ہو۔ جب تجھے یہ مرتبہ حاصل ہوگا تو تیرے دل کی آنکھیں دیکھیں گی یعنی صورت، غیب، مشاہدہ اور خبر معائنہ بن جائے گا۔ بندہ جب یہ مرتبہ پالیتا ہے تو ہر حال میں خدا اس کا ساتھی ہوتا ہے۔

اس میں تغیر وتبدل فرماتا اور درجہ بدرجہ ترقی دیتا ہے۔ وہ سراپا ایمان ویقین اور معرفت ومشاہدہ بن جاتا ہے۔ اس کے دن بے رات، روشنی بے ظلمت، صفائی بے کدورت، قلب بے نفس، باطن بے قلب، فنا بغیر وجود، غیب بے حضور بن جاتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ ساری مخلوق بلکہ اپنے وجود کو بھول جاتا ہے، ان

سب کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت ہے۔ جب تک تیرے اور حق تعالیٰ کے درمیان یہ انس کامل نہ ہو جائے واعظ بننا درست نہیں۔

مخلوق و نفس مخلوق سے چند قدم دور رہ۔ نہ ان کی ضرر رسانی کوئی چیز ہے نہ نفع رسانی۔ نفس سے بھی چند قدم پیچھے ہٹ اور اس کا ساتھ نہ دے۔ حق تعالیٰ کی رضا کا اس کو دشمن سمجھ۔ مخلوق اور نفس یہ دونوں آگ کے سمندر اور مہلک جنگل ہیں۔ عزم و یقین کے ساتھ ان کو پار کر جا، بادشاہت ہاتھ آ جائیگی۔ پہلی یعنی مخلوق و نفس میں مبتلا رہنا بیماری اور دوسری یعنی ان کو عبور کر کے خالق کو پانا دوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مرض بھی پیدا کیا اور دوا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تمام امراض کی دوائیں ہیں اور وہی ان کا مالک ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں۔

دنیا و آخرت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے توحید پر قائم رہنے سے ذاتِ واحد سے انس ہوگا۔ فقر پر صبر کرنے سے تجھ کو امیری نصیب ہوگی۔ دنیا کو چھوڑ اور آخرت کو طلب کر۔ اس کے مولیٰ کا قرب طلب کر۔ مخلوق کو ترک کر کے خالق کی طرف رجوع ہو۔ تجھ پر افسوس! مخلوق و خالق جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک ہی دل میں دنیا و آخرت اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ نہ اس کی کوئی صورت ہے، نہ یہ صحیح ہے اور نہ اس کا کچھ حاصل۔ بس تیرے قلب میں یا تو مخلوق ہوگی یا خالق، یا دنیا ہوگی یا آخرت۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ ظاہری طور پر تو مخلوق میں ملا جلا رہے اور باطن میں خالق موجود ہو۔ دنیا تیرے ہاتھ میں ہو اور آخرت دل میں لیکن دونوں ساتھ ہی دل میں جمع ہو جائیں یہ ممکن نہیں۔ اب اپنے دل میں سوچ لے کہ نفس کو دنیا چاہیئے یا آخرت پھر ایک کو اختیار کرے۔ اگر دنیا چاہتا ہے تو دل سے آخرت کا خیال نکال دے اور اگر آخرت چاہتا ہے تو دنیا کا خیال دل سے نکال دے۔ اور اگر اپنے مالک کو چاہتا ہے تو دنیا و آخرت اور جملہ ماسوا کو دل سے نکال دے کیونکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ذرہ بھی تیرے دل میں موجود ہوگا تو اس کا قرب حاصل ہوگا نہ انس۔ جب تک دنیا کے ایک ذرہ کا خیال بھی دل میں ہوگا تو آخرت نظر نہ آئے گی اور جب تک تیرے دل میں آخرت کا ذرہ برابر خیال رہے گا حق تعالیٰ کا تقرب تجھ کو حاصل نہ ہوگا۔ عقلمند

بن، سچائی اور خلوص کے قدموں سے اس کے دروازے پر آ کیونکہ پرکھنے والا بڑا ماہر ہے۔

دین کا زہر افسوس! تو نے مخلوق سے چھپایا اور خالق سے نہیں۔ تیری پردہ داری کیا مفید ہو سکتی ہے عنقریب مخلوق کے سامنے بھی تیرا پردہ فاش ہو جائے گا کہ کارکنانِ قضا وقدر تیری جیب اور تیرے گھر سے ساری جمع پونجی نکال لائیں گے۔ اپنے ہریسہ سے کانچ کے ٹکڑوں کو نہ نکال کر کھانے والے! ہریسہ کھاتے وقت تجھ کو حقیقت معلوم ہو گی۔ اور زہر کھانے والے عنقریب اس کا اثر تیرے بدن سے پھوٹے گا۔ شکر نہ کرنا، حرام غذا کھانا تیرے دین کے بدن کیلئے زہر ہے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تجھے دوہری سزا دے گا۔ مخلوق کے دل میں تیرے لئے رحم نہ ہو اور تو مفلس ہو کر ان سے بھیک مانگتا پھریگا۔ اے بے عمل عالم! عنقریب خدا تعالیٰ علم بھلا دے گا اور اس کی برکت جاتی رہے گی۔

اے جاہلو! اگر تم خدا کو پہچانتے تو اس کی سزاؤں سے بھی واقف ہوتے۔ اس کے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ادب سے پیش آو، لاطائل باتیں نہ کرو۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ ''میں نے ایک شخص کو مانگتے دیکھا تو اس سے کہا کاش تو محنت مزدوری کرتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا۔ مجھے اس کی یہ سزا ملی کہ چھ ماہ تہجد سے محروم رہا۔''

عزیزم! کام کی باتیں ہی اتنی ہیں کہ بے کار باتوں کیلئے وقت نہ ملے۔ اپنے دل سے نفسانیت نکال دے۔ تجھے بھلائی ملے گی کیونکہ اصل کدورت تو نفسانیت ہے جو دوسروں کو بھی مکدر کر دیتی ہے۔ اس کے دور ہونے کے بعد صفائی حاصل ہو گی۔ اپنی حالت بدل لے، اللہ تعالیٰ کا برتاؤ بھی بدل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلے۔''

لوگو، دوستو، عاقل و بالغ انسانو! سنو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی خبریں دھیان سے سنو۔ وہ سب کہنے والوں سے زیادہ سچا ہے۔ تم اپنی ناپسندیدہ حالت کو بدلو تاکہ وہ تمہاری پسند کی چیزیں عطا کرے۔ راستہ بہت کشادہ ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اٹھو کھڑے ہو جاؤ اور اس کا دامن مضبوط تھام لو، کام کرو۔ غفلت نہ کرو۔ جب تک رسی کے دونوں کنارے زندگی اور توبہ کی مہلت تمہارے ہاتھ میں ہیں تو اس سے ان اعمال میں مدد لو جو تم کو نیکوکار بنا دیں۔ اپنے نفس کو تم قابو میں کر لو ورنہ وہ تم کو اپنے قابو میں کر لے گا۔ نفس

دنیا میں ترغیب دیتا ہے اور آخرت میں ملامت کرے گا۔ خدا سے غافل کرنے والوں سے اس طرح بھاگو جیسے درندہ سے بھاگتے ہو۔ خدا سے سودا کرو کیونکہ جس نے اس سے سودا کیا وہ نفع میں رہا۔ جس نے خدا سے محبت کی خدا نے اس سے محبت کی۔ جس نے خدا کو چاہا خدا نے اسے چاہا ہے۔ جو خدا کے قریب آیا، خدا اس سے قریب ہوا اور جس نے خدا کو پہچاننا چاہا، خدا نے اپنی معرفت اسے عطا کی۔

کسوٹی اور ٹکسال میری بات سنو اور میرا کہنا مانو۔ روئے زمین پر میرے سوا کوئی ہے جو تمام لوگوں میں بلا امتیاز گفتگو کرے۔ میں لوگوں سے انہی کے نفع کیلئے نصیحت کرتا ہوں اپنی کوئی غرض نہیں اور آخرت کا طلبگار بھی انہی کیلئے ہوں۔

میں جو بات بھی ان لوگوں سے کہتا ہوں اس سے صرف خدا تعالیٰ مقصود ہوتا ہے۔ مجھے دنیا و آخرت اور اس کی چیزوں سے کیا غرض۔ وہ میری سچائی سے واقف ہے کیونکہ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ میرے پاس آؤ، میں کسوٹی ہوں، میں بھٹی اور ٹکسال کا مالک ہو۔

واعظ بننے کی اجازت نہیں اے منافق! تو کیا بکتا ہے؟ تیری بکواس بے معنی ہے، ہر دم اپنی بڑائی کرتا ہے۔ تو ہے کیا؟ تیری نظر ہر وقت غیروں پر رہتی ہے اور کہتا ہے کہ میری نظر صرف خدا پر ہے۔ تو غیروں سے مانوس ہے اور کہتا ہے میں خدا سے مانوس ہوں۔ تو اپنے نفس کو "راضی" کا نام دیتا ہے اور وہ ہمیشہ کا جھگڑالو ہے، تو اسے صابر سمجھتا ہے حالانکہ ایک مچھر تجھ کو نیش زنی سے مضطرب کر دیتا اور ناشکر گزار بنا دیتا ہے۔

جب تک تکلیفوں اور مصیبتوں کی وجہ سے تیرا گوشت مردہ کی طرح بے حس نہ ہو جائے کہ مصیبتوں کی قینچیاں اسے ایذا ہی نہ دیں اس وقت تک تجھے نصیحت کرنے کی اجازت نہیں۔ تو اس وقت سراپا خلوت بن جائے جب کہ تیرا دل دنیا و آخرت سے خالی اور ان کی نسبت سے غائب ہو اور تعمیل حکم اور ممانعت سے باز آنے کے وقت حاضر۔ پھر وہی تجھ کو وجود بخشے گا اور اسی کا حکم تجھے حرکت دے گا اور ٹھہرائے گا اور تو اس کے پاس اس کی محبت میں فنا ہو گا۔

جب تک تجھے یہ مرتبہ حاصل نہ ہو جائے تیرا کوئی مقام نہیں۔ خدا تعالیٰ بندوں کی صورت نہیں دیکھتا وہ تو سیرت کا خواہاں ہے اور وہ توحید و اخلاص ہے اور دل سے دنیا و آخرت کی محبت کو نکال کر سب چیزوں سے بے تعلق ہو جانا ہے۔ جب بندہ کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس سے خدا تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اپنے پاس بلاتا ہے اور دوسروں پر برتری دیتا ہے۔

اے ذاتِ واحد! ہم کو موحد بنا۔ مخلوق سے ہم کو رہائی دے کر اپنا لے۔ ہمارے دعوؤں کو اپنے فضل و کرم کے گواہوں سے سچا کر دے، ہمارے دلوں کو پاک کر دے اور ہماری مشکلیں آسان فرما۔ اپنی محبت اور غیروں سے وحشت عطا فرما۔ ہمارے افکار کو صرف ایک فکر بنا دے کہ ہم کو دنیا و آخرت میں صرف تیرا اور تیرے قرب کا فکر رہ جائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا و آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ (جاری ہے)

بقیہ: سیدنا مولوی جی ایک علم پرور روحانی شخصیت

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دودھ کی ایک بہت بڑی دکان پر موجود ہیں جہاں دودھ کی بہت سی کڑاہیاں پڑی ہیں اور آپ ایک کڑاہی میں کف گیر پھیر رہے ہیں (یہ دکان محمد علی جوہر روڈ پر نانبائی کی دکان کے سامنے کٹھے پر پاکستان کے ابتدائی ایام میں ہوا کرتی تھی بہت مشہور تھی اب وہاں ہوٹل ہے)۔ آنکھ کھلی تو ایسا محسوس ہوا کہ ان کا فیض عام جاری ہے۔ چند روز بعد محمد حسین راز کے ہمراہ جب حاضری دی تو مذاقاً خواب سناتے ہوئے عرض کیا کہ "دو چار بوند ادھر بھی" مسکرائے، پیار کیا اور دعا دی۔

ان کی صحبتِ صالحہ کا اثر ہے کہ ہم جو کچھ بھی دین سے رغبت و نسبت رکھتے ہیں یہ ان ہی کے فیوض و برکات کا وسیلہ ہے۔ ان کی درس و ہدایت سے اکثر مستفیض ہوتے رہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اولاد کو اپنے بزرگوں کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس در سے علم و خدمت کا فیض ہمیشہ جاری رہے --- آمین۔

تبصرۂ کتب

(تبصرہ کیلئے کتاب کے دو نسخے ارسال کیے جائیں)

عنوان: احمد علی سائیں نمبر (مجلہ ''ہندکووان انٹرنیشنل'')

مدیر: فصیحہ ضیاء

سالِ اشاعت: اپریل، مئی ۲۰۰۵ء

مطبوعہ: گندھارا ہندکو بورڈ پاکستان پشور۔

ملنے کا پتہ: گندھارا ہندکو بورڈ، ۱۶ کریمی پلازہ نیورامپورہ گیٹ پشاور شہر۔

تبصرہ نگار: علاؤالدین عدیم

مجلہ ''ہندکووان انٹرنیشنل'' کا شمارہ اپریل مئی ۲۰۰۵ء جو پشاور کے بزرگ ہندکو شاعر ''احمد علی سائیں مرحوم نمبر'' کے طور پر شائع کیا گیا ہے اس وقت پیش نظر ہے۔ اس نامور صوفی شاعر کا نام اور کلام ایک لحاظ سے گوشئہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ اپنے وقت کے ایک قادر الکلام ہندکو شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا بہت سا کلام لوگوں کے سینہ میں تو محفوظ تھا اور نہ صرف پشاور بلکہ پنجاب میں بھی مقبولیت کا درجہ پا چکا تھا مگر کسی مرتب کتاب یا دیوان کی صورت میں موجود نہیں تھا۔

یہ امر مستحسن ہے کہ گندھارا ہندکو بورڈ نے ہندکو زبان کے اس ''مرزا غالب'' کے فن اور شخصیت کو اجاگر کرنے کیلئے اپنے ماہانہ رسالہ کا خاص نمبر شائع کر کے اس سلسلہ میں سعی بلیغ کی ہے۔

ٹائٹل پر احمد علی سائیں مرحوم کی پورے صفحہ کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس شمارہ

میں رضا ہمدانی مرحوم، خاطر غزنوی، مختار علی نیر، محسن احسان، اسماعیل اعوان، احمد پراچہ کے تحقیقی مضامین اور شاعر حضرات کی طرف سے سائیں مرحوم کو ہندکو منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کے بارے میں اس شمارہ کو زیادہ سے زیادہ معلوماتی اور جامع بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو قابل تحسین ہے۔

اس سے پیشتر ''ہندکو وان'' کے جو خاص شمارے شائع کیے گئے، خوب تھے تاہم زیر نظر موضوع ایسا تھا کہ تاخیر کی بجائے ترجیح اور اولیت کا درجہ اسے ملنا چاہیے تھا۔

زیر نظر شمارہ خاص نمبر ہونے کی حیثیت سے دو مہینوں (اپریل اور مئی) کی مشترکہ اشاعت پر مشتمل ہے اس کے باوجود قیمت معمول کے مطابق بیس (۲۰) روپے ہی ہے جو پرچہ کی ضخامت کے اعتبار سے بہت کم ہے۔

بقیہ: قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

وہ عراق سے اپنے ملک کے جنگ کے ایسے مخدوش حالات میں بھی حج ادا کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ کچھ فلسطینی مہاجر بھی حجاج میں شامل تھے۔

مدینہ اطہر میں مختصر قیام کے دوران سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہِ عالی میں ''نظر کرم خدارا، نظر کرم خدا را'' کی التجائیں باریاب ہوئیں۔ عنایات بے پایاں کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک دو امور میں میں نے ذاتی اجتہاد سے کام لیا تو دو مشاہدات سے سرافرازی بھی حاصل ہوئی۔ ہمارے گروپ کی خوش نصیبی کہ یہاں آنے پر نمازِ جمعہ مسجد نبوی ﷺ میں ادا کرنے کا موقع میسر آ گیا تھا تو پورے آٹھ روز چالیس نمازیں یہاں ادا کرنے کے بعد واپسی روانگی سے پہلے بھی یہاں جمعہ کی ایک اور نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی۔ ۲۱ فروری ۲۰۰۴ء کو محبوب خدا ﷺ کے شہر مدینہ سے براہِ راست جدہ اور پھر جدہ سے صبح ۴ بجے کی فلائٹ سے روانہ ہو کر دوپہر ۱۲ بجے واپس اسلام آباد پہنچ گئے۔